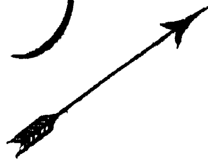


امامیہ مشن کا بتیسواں علمی رسالہ



ره دکلام ۳۰

تعداد طبع ایک ہزار

مطبوعہ سرفراز قومی پریس وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

شیعوں کا واحد علمی ادبی تاریخی تمدنی مذہبی اور تبلیغی رسالہ

رسالہ حقائق لکھنؤ

اگر آپ ضرورت زمانہ کے مطابق اور اپنی قوم کے شایان شان صوری و معنوی دونوں حیثیتوں سے بلند رسالہ کا مطالعہ کرنا چاہتے ہیں تو "حقائق" کی خریداری قبول فرمائیے جسمیں ملک و قوم کے مستند اہل قلم حضرات کے گراں قدر علمی و ادبی مضامین کیساتھ ساتھ حضرت سید العلماء مدظلہ (سرپرست امامیہ مشن) کے قلم معجز رقم سے تفسیر کلام پاک کا بیش بہا سلسلہ بھی برابر جاری ہے۔ اگر آج آپ نے توسیع اشاعت کے ذریعہ اس رسالہ کی بنیادوں کو مضبوط کر دیا تو کل یہ آپ اور آپکے مذہب کے لئے ایک مستحکم قلعہ کا کام دے گا۔

چندہ سالانہ چار روپیہ ششماہی دو روپیہ آٹھ آنے
نمونہ کے لئے چھ آنے کے ٹکٹ ارسال فرمائیے

منیجر

رسالہ حقائق حسین آباد لکھنؤ



مُصَنّفہ

محقق کامل و مورخ فاضل

عالیجناب مولانا غضنفر علی صاحب زیدی

مصنف تاریخ بنی ہاشم وغیرہ

امامیہ مشن کی ۳۲ ویں دینی خدمت

امامیہ مشن کے خدمات کی مقبولیت ہر طبقہ سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہے اور کر رہی ہے جس طرح عام افراد قوم ممبری اور رسالوں کی خریداری کے ذریعہ سے قدرشناسی کا اظہار فرما رہے ہیں اُسیطرح ممتاز مصنفین اور اہل قلم کا اپنے تصانیف کا بغرض اشاعت مرحمت فرمانا اُنکی توجہ خاص کا بہترین ثبوت ہے۔

پیش نظر رسالہ عالیجناب مولانا سید غضنفر علی صاحب زیدی کا نتیجۂ قلم ہے جو ایک اعلیٰ پایہ کے ممتاز مصنف ہیں اور جنہوں نے اپنی تمام عمر خدمت علم و مذہب اور تصنیف و تالیف میں صرف فرمائی ہے۔

ہم موصوف کے انتہائی شکر گذار ہیں کہ ممدوح نے یہ کتاب ہم کو بغرض اشاعت مرحمت فرمائی اور تمام افراد اہل مذہب سے اُمیدوار ہیں کہ وہ اس کو اطمینان کے ساتھ ملاحظہ فرمائینگے والسّلام

خادم ملت

سید ابن حسین سکریٹری امامیہ مشن لکھنؤ

بسم الله الرحمن الرحیم

و نصلی و نسلم علی رسوله محمد خیر خلقه و علی آله و اصحابه افضل التسلیم

کشادستم من این نامه بنامت — الهی شرح صدرم کن کرامت
ضعیفم زورمندم کن بتوفیق — نلغزد پاے من در راه تحقیق
عطا کن از رہ احسان و تحسین — زبان حق سرا و چشم حق بین
چنانم استواری ده باخلاص — که هر کارم براے تو بود خاص
بترسم یارب از هرزه خروشان — تکبر پیشه گان عشوه فروشان
بغفلت هر که این نامه خوانند — هنرهاے مرا عیب دانند
سبق از نخوت و پندار گیرند — مرا خوار و سخن را خوار گیرند
گرفتم خسته و آشفته حالم — نظر بر من چرا باید بر مقالم
نه عیب است اینکه مسک از ناف آهوست — بهاے نافه از بو یا ز خوشبوست

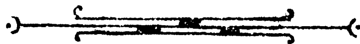
اگر سنگ و صدف بیقدر خیزند
همانا لعل و در هر جا عزیزند

مورخوں نے حکومت کو تین قسموں میں تقسیم کیا ہے ایک حکومت مطلقہ جسکو حکومتِ مستبدہ بھی کہتے ہیں یعنی عنانِ حکومت بلاقید کسی شرعی یا ملکی قانون کے مستقلاً کسی ایسے ایک شخص کے قبضۂ اقتدار میں ہو کہ وہ جو چاہے حکم دے اور اور جو کچھ بھی حکم دے وہی شریعت اور قانون سلطنت مانا جائے۔ دوسری حکومت مقیدہ جسے حکومت مشروطہ بھی کہا جاتا ہے اس قسم کی حکومت میں حاکم پر شرائع اور قوانین ملک کا پابند ہونا لازم ہوتا ہے۔ تیسری حکومتِ جمہوریہ یعنی حکومت ایسی جماعتِ اشخاص کے ہاتھ میں ہو جنکو رعایا نے اپنا قائم مقام مقرر کیا ہو اور اُس جماعت کے لئے اُن قوانین کا اتباع فرض کر دیا ہو جو رعایا کی مرضی کے مطابق منضبط ہوئے ہوں اور حکمران جماعت پر فرض ہو کہ اُنہی قوانین کے موافق نظم ونسق سلطنت کا قائم رکھا جائے۔

اب میں یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ سنہ ۱۱ ہجری میں اوّل اوّل جزیرہ نمائے عرب میں جس حکومت کی بنیاد پڑی اور اسکے بعد اُس کا دائرہ اقتدار بہت وسیع ہوا ان اقسام ثلاثہ میں سے کس قسم میں داخل ہے۔ ظاہر ہے کہ واقعات ہی سے اِس کا پتہ لگ سکتا ہے اور واقعات کا معلوم ہونا تاریخ کے مطالعہ پر منحصر ہے لہٰذا میں مستند تاریخی کتابوں سے جن کا بیان قابلِ اعتبار سمجھا جا سکتا ہے واقعات کا جائزہ لینا چاہتا ہوں اور اس سلسلہ میں زیادہ تر اپنا اعتماد تاریخ کبیر ابن جریر طبری پر رکھوں گا اس لئے کہ یہ دنیائے تاریخ میں اصح التواریخ مشہور ہے

اور ابن اثیر و ابن خلدون وغیرہما نامور مورخوں کے نزدیک قابل اعتماد و اعتبار ہے۔

اچھا ہوگا اگر میں شروع میں کچھ واقعات ماقبل بھی مختصراً نقل کردوں تاکہ جو واقعات زیر بحث آئیں اُن کے سمجھنے میں آسانی ہو



بیان کیا گیا ہے کہ پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجاز عرب کے قبیلہ قریش میں بمقام مکہ بتاریخ ۱۲ ربیع الاول[1] مطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء[2] عیسوی پیدا ہوئے یہ زمانہ وہ تھا کہ عرب میں صدیوں سے گمراہی و جہالت کے مہلک امراض پھیلے ہوئے تھے اور اُس کے اطراف کی متمدن حکومتیں یعنی روم و ایران کی سلطنتیں خدائے یکتا و بے ہمتا کے بندوں کو بجبر و قہر اپنا غلام و پرستار بنائے ہوئے تھیں۔ استبدادی عیش و کامرانی اور استعماری ہوسناکی نے مخلوق خدا کو انواع و اقسام کی مصیبتوں میں گرفتار کر رکھا تھا آنحضرت کے والد پہلے وفات پاچکے تھے آپ کا سن چھ برس کا تھا۔ کہ آپکی والدہ نے بھی دنیا سے رحلت کی اسوقت سے آنحضرت اپنے دادا عبد المطلب کے آغوش میں آئے دو برس کے بعد عبد المطلب بھی راہی ملک بقا ہوئے اور آنحضرت کی کفالت اُن کے حقیقی چچا ابوطالب کو تفویض کر گئے۔ چنانچہ آنحضرت اسکے بعد

[1] یہ تاریخ جمہور اسلام کی روایات کے مطابق ہے لیکن خاص فرقہ شیعہ کے متفقہ روایات کی بنا پر ۱۷ ربیع الاول صحیح ہے (۲ تاریخ تبری جلد ۲ صفحہ ۱۲۵)

ابو طالب ہی کے ساتھ رہے یہاں تک کہ جب آپ کی عمر پچیس[1] برس کی تھی خدیجہ
بنت خویلد سے آپ کا عقد ہوا اور خطبہ[2] نکاح بڑے شد و مد سے ابو طالب نے پڑھا
آنحضرت کی عمر چالیس[3] سال گذری تھی کہ منجانب خدا آپ مبعوث برسالت
اور بندگان خدا کی ہدایت پر مامور ہوئے۔ آپ نے قبیلہ قریش ہی سے ابتدا
کی اور خدائے واحد کی پرستش اور نیک کرداری اختیار کرنے کی طرف رغبت دلائی
اور ظاہر فرمایا کہ خدا نے مجھے منصب رسالت عطا فرمایا ہے قریش کے سرکش اشخاص
کو یہ دعویٰ بہت ہی ناگوار ہوا اور اپنے خبث نفس سے خیال کیا کہ محمد صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم سب سے بڑھ چڑھ کر رہنا چاہتے ہیں۔ نیز بری عادتوں کا چسکا جو صدہا
برس سے پڑا ہوا تھا چھوٹنا دشوار تھا اور جاہلانہ حسد بھی نصیحت پذیری سے
مانع تھا غرضکہ ان سرکش شیوخ کے ساتھ تمام قبیلہ قریش آنحضرت کا دشمن
ہوگیا اور شریر لوگ طرح طرح کی اذیتیں آنحضرت کو دینے لگے۔ ابو طالب[4] نے
بنی ہاشم کو غیرت دلائی کہ قریش کی کثرت سے مرعوب نہ ہو اور اپنے نیک سیرت
بھائی محمدؐ کی حفاظت کرو چنانچہ باستثنائے ابولہب جو ابو سفیان کا داماد تھا
اور سب بنی ہاشم نے آنحضرت کی پاسداری میں اپنی جانیں لڑا دیں اور سخت
مصائب جھیلے۔ آنحضرت کی بعثت[5] سے دسواں سال تھا کہ ابو طالب نے

---

[1] طبری جلد ۲ صفحہ ۱۹۶ [2] خمیس جلد ۱ صفحہ ۲۹۹ [3] طبری جلد ۲ صفحہ ۲۰۱ [4] طبری جلد ۲ صفحہ ۲۲۰ [5] طبری جلد ۲ صفحہ ۲۲۹

دنیا سے رحلت کی اور اب قریش بخوف وخطر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ستانے لگے۔ اور اس حد تک نوبت پہونچی کہ آنحضرت[۱] کے قتل کے قصد سے ایک شب قریش نے آنحضرت کے مکان پر مجتمع ہونا شروع کیا۔ آنحضرت اس قصد پر قریش کے مطلع ہوئے تو فوراً علیؑ بن ابیطالب کو جو آپکے زیر تربیت تھے بلایا اور جو امانتیں لوگوں کی آپکے پاس تھیں علیؑ کو سپرد کیں اور فرمایا ان کے مالکوں کو واپس کر دینا۔ اور پھر اس لئے کہ اگر کوئی دشمن جھانکے تا کے تو سمجھے کہ محمد سو رہے ہیں علی کو اپنی چادر[۲] اوڑھا کے اپنے بستر پر لٹا دیا۔ اور خود خفیہ طریقہ سے مکہ سے مدینہ کیطرف ہجرت کی کیونکہ قبل ازیں موسم حج میں بعض مدینہ والوں سے عہد ہو گیا تھا کہ اگر آنحضرت مدینہ میں تشریف لائیں تو ہم اشاعت دین میں مدد دیں گے۔ خدانے ادھر آنحضرت کو بخیریت مدینہ پہونچا دیا اور ادھر علی کو بھی سفاک قریش کی تلواروں سے بچا لیا اور علیؑ آنحضرت کے اہل وعیال کو بحفاظت ساتھ لیکر آنحضرت سے مدینہ میں جا ملے[۳] یہی واقعہ سنہ ہجری کی ابتدا ہے۔ قریش نے جھنجلا کے مدینہ پر چڑھائیاں شروع کردیں۔ قبائل مدینہ اوس خزرج وغیرہ آنحضرت کی نصرت پر تل گئے اور خدانے علی کو بھی وہ شجاعانہ قوت عطا کی جسکی نظیر تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔ قریش ہر یورش میں پسپا ہوئے اور علی نے بیشتر کر اکثر سرداران قریش کو ان معرکوں میں ہلاک کیا۔ ان اڑائیوں

---

[۱] طبری جلد ۲ صفحہ ۲۴۲ [۲] طبری جلد ۲ صفحہ ۲۴۳ [۳] طبری جلد ۲ صفحہ ۲۵۲

میں آنحضرت کے چچا حمزہ اور ابن عم عبیدہ اور بہت سے مسلمان شہید ہوئے مگر اُن سے زیادہ مشرکین قریش مارے گئے۔ آخر فتنۂ قریش یوں دبا کہ ۸ھ ہجری میں آنحضرت[1] نے مکہ کو فتح کیا اور علی علم لشکر اسلام کا پرچم اڑاتے ہوئے فاتحانہ داخل مدینہ[2] ہوئے۔ اس وقت سرکش شیوخ قریش میں سے ابوسفیان و عکرمہ بن ابی جہل وغیرہما جو پہلے کی لڑائیوں میں قتل ہونے سے باقی رہ گئے تھے مقہور و مغلوب ہوکر آنحضرت کے حضور میں خائف و ترساں حاضر ہوئے اور عفو کی التجا کی آنحضرت کلمہ پڑھوا کر سب کو چھوڑ دیا۔ یہ لوگ "طلقا" یعنی غلام آزاد شدہ کہلائے اور اُن کے جاہلانہ تکبر کی اُنکو یہ سزا ملی۔ اس طرح قریش کے تدارک کے بعد آنحضرت نے شاہان روم و ایران کے پاس بھی ہدایت نامے بھیجے۔ قیصر روم نے تو شاہانہ انداز سے نامہ پڑھوا کر سنا اور سفیر کو بمدارات رخصت کیا لیکن بدبخت شاہِ ایران نے مقدس نامہ پھاڑ ڈالا اور بہت برہم ہوا۔

اس زمانہ میں یکے بعد دیگرے دور دور سے قبائل عرب کے وفد آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور اسلام قبول کرتے تھے چنانچہ بہت جلد تمام جزیرہ عرب کے قبائل مسلمان ہو گئے۔

۱۰ھ ہجری میں آنحضرت نے حج کیا اور چونکہ یہ حج آخری تھا حجۃ الوداع کے نام سے مشہور رہا۔ کثرت سے مختلف قبیلوں کے مسلمان آنحضرت کیساتھ تھے

[1] طبری جلد ۳ صفحہ ۱۲۰ [2] طبری جلد ۳ صفحہ ۱۱۸

اس لئے عمدہ موقع تبلیغ کا تھا چنانچہ جناب شاہ ولی اللہ دہلوی ازالۃ الخفا میں بحوالہ مستدرک حاکم یہ روایت نقل فرماتے ہیں کہ آنحضرت نے مجمع خاص وعام میں کمال شرح وبسط سے سب کو نصیحتیں فرمائیں از آنجملہ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ کتاب خدا اور اپنی عترت کو تم سب کی ہدایت کیلئے دنیا میں چھوڑے جاتا ہوں تم کبھی گمراہ ہوگے اگر قرآن اور اہلبیت کا اتباع کروگے۔ اور اسی سلسلہ کلام میں تین بار حاضرین سے پوچھا کہ آیا تم جانتے ہو کہ میں مؤمنوں کے نزدیک اُنکی جانوں سے اولیٰ ہوں ہر بار سب نے اقرار کیا کہ ہاں ہم جانتے ہیں اس اقرار کے بعد آنحضرت نے فرمایا جس کا میں مولا ہوں علیؑ بھی اس کا مولا ہے۔

اس واقعہ کے بعد[1] تقریباً دو ماہ چوبیس روز آنحضرت دنیا میں رہے اور پھر وفات پائی۔ ابو مُوَیہبہ (آنحضرت کے آزاد شدہ غلام) روایت کرتے ہیں کہ ایک شب آنحضرت مجھے ساتھ لیکر بقیع میں تشریف لے گئے اور وہاں مجھسے فرمایا کہ اُن مومنوں کے لئے جو یہاں مدفون ہیں دعائے مغفرت کرنے پر میں مامور ہوا ہوں چنانچہ آپنے دعا کی اور قبروں کی طرف خطاب کرکے فرمایا اے اہل قبور تم کو مبارک ہو کہ تم اُن فتنوں سے محفوظ رہے جنمیں آج لوگ مبتلا ہیں۔ پھر مجھسے فرمایا کہ روئے زمین کی کنجیاں مجھے دی گئی ہیں اور خدا نے مجھے اختیار دیا کہ چاہوں دنیا میں رہوں چاہوں اُسکے حضور میں حاضر ہوں۔ مگر میں نے اُسکے حضور ہی میں

[1] طبری جلد ۳ صفحہ ۱۹۰

ہوتا اختیار کیا یہ فرماکر بقیع سے مراجعت فرمائی اور وہ مرض جسمیں آپنے وفات پائی شروع ہوگیا۔

اسی حالت مرض میں آنحضرت نے ایک لشکر ترتیب دیا جسمیں حضرت ابوبکر وعمر و دیگر بعض سر برآوردہ اصحاب داخل تھے اور اس لشکر پر اپنے آزاد شدہ غلام زید کے نوعمر لڑکے اسامہ کو افسر مقرر کیا اور فوراً بتاکید شدید شام کیطرف روانہ ہوجانے کا حکم دیا۔ مگر باوجود اس کے کہ اسامہ نے مدینہ سے باہر نکلکے پڑاؤ ڈالدیا بڑے بڑے لوگ جو اس لشکر میں نامزد تھے لیت ولعل ہی کرتے رہے اور مدینہ سے باہر نہ نکلے اور اسامہ اُنکا انتظار کرتے رہے آنحضرت نے یہ معلوم کرکے پھر تاکید پر تاکید کی مگر کسی نے اثر نہ لیا۔

روز وفات سے تین روز پہلے کا یہ واقعہ ہے[۵۱] کہ جو اصحاب حاضر خدمت تھے اُن سے آنحضرت نے فرمایا کاغذ لاؤ تمھیں ایک ایسا نوشتہ دیدوں کہ پھر قیامت تک ضلالت سے محفوظ رہو مگر لوگوں نے یہ حکم بھی نہ مانا بلکہ بعض نے انتہائی جسارت سے کہدیا کہ شدت مرض میں بلا قصد یہ الفاظ آنحضرت کی زبان پر جاری ہوگئے ہیں۔ اور جو کاغذ لانے پر تیار ہوئے تھے اُن سے جھگڑنے لگے۔ آنحضرت کو یہ رنگ دیکھکر کہنا پڑا کہ میرے روبرو یوں لڑنا جھگڑنا تمھیں شایاں نہیں ہے یہاں سے چلے جاؤ۔ اس کے بعد کا ذکر ہے کہ آنحضرت نے ایک روز[۵۲] خاص

سلہ ۵۱ طبری جلد ۲ صفحہ ۱۹۳ سلہ ۵۲ طبری ج ۲ صفحہ ۱۹۲

عنوان سے لوگوں کو اس آیت قرآن پر توجہ دلائی۔

تلك الدار الآخرة نجعلها للذين لا يريدون علواً في الارض ولا فساداً والعاقبة للمتقين۔ سعادت ونعمات دار آخرت ہم اُن لوگوں کے لئے قرار دیتے ہیں جو (اپنے ہوائے نفس سے) روی زمین پر بڑا بننا نہیں چاہتے اور حسن انجام پرہیزگاروں ہی کا حصہ ہے۔

جس روز بعد زوال آفتاب آنحضرت نے انتقال فرمایا اُسی روز کی صبح کا واقعہ ہے کہ آنحضرت[ؐ] ناگاہ سر پر رومال باندھے ہوئے مسجد میں تشریف لائے اور بعد نماز صبح نمازیوں سے مخاطب ہو کر فرمایا "اے لوگو آگ بھڑکا دی گئی اور تیرہ و تار فتنے سامنے آ پہونچے۔ دیکھو مجھ کو کوئی گرفت نکرنا بخدا میں نے وہی حلال قرار دیا ہے اور وہی حرام قرار دیا ہے جسے قرآن نے حلال کیا ہے اور جسے قرآن نے حرام کیا ہے"۔ جب آپ یہ فرما چکے حضرت ابوبکر نے کہا بفضلہ آج تو آپ اچھے ہیں میں اپنی بیوی کے یہاں سنخ میں جاتا ہوں۔ آنحضرت نے کچھ جواب نہیں دیا اور مسجد سے اپنے حجرہ میں تشریف لے گئے۔ اور ابوبکر بھی اپنی بیوی کے گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔

دوشنبہ ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ ہجری کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات پائی۔ آپ نے وصیت کی تھی کہ آپ کی تجہیز[ؐ] تکفین کا سرانجام آپ کے اہل بیت

---

[۱] طبری ج ۳ صفحہ ۱۹۶ [۲] طبری ج ۳ صفحہ ۱۹۳

اظہار کریں چنانچہ علیؑ ابن ابیطالب[51] حسب وصیت اہتمام غسل وکفن میں مصروف ہوئے اس وقت آنحضرت کے چچا عباس بن عبد المطلب نے علیؑ ابن ابیطالب سے کہا کہ ہاتھ بڑھاؤ میں بیعت کر لوں تاکہ پہلے ہی انتظام جانشینی ہو جائے حضرت علیؑ نے غسل وکفن کے اہتمام پر بیعت کو مقدم رکھنا گوارہ نہ کیا اور خلاف مصلحت سمجھا۔ اسوقت حجرۂ رسولؐ میں بنی ہاشم آنحضرت کی نعش اطہر کے گرد جمع تھے اور بیرون[52] حجرہ مسجد نبوی میں بعض صحابہ جنمیں حضرت عمر بن الخطاب بھی تھے حاضر تھے۔ آنحضرت کی خبر وفات مسجد میں پہونچی عموماً سب حاضرین پر حزن والم طاری ہوا مگر خصوصاً حضرت عمر دیوانہ بن گئے اور مسجد میں ہر طرف دوڑ دوڑ کر حاضرین سے یہ کہتے ہوئے پھرنے لگے کہ رسول اللہ نے ہرگز دنیا سے رحلت نہیں فرمائی۔ حضرت موسیٰ کی طرح میقات پر تشریف لیگئے ہیں۔ پھر آئیں گے۔ جو منافق یہ کہے کہ اُنھوں نے دنیا سے انتقال فرمایا وہ قتل ہوگا۔

حضرت ابوبکر بیرون مدینہ محلہ سنخ میں تھے۔ روایت میں کچھ مذکور نہیں ہے کہ کس نے جا کر اُن کو خبر دی کہ وہ بہت جلد تشریف لائے۔ حضرت عمر ہنوز اسی حال وقال میں تھے۔ حضرت ابوبکر نے سمجھایا کہ واقعاً آنحضرت نے وفات پائی یہ سنتے ہی وہ حالت بیخودی کی رفع ہوگئی۔ پھر حضرت عمر نے حضرت ابوبکر سے بطور راز کہا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ سقیفۂ بنی ساعدہ میں انصار یعنی اہل مدینہ مجتمع ہوئے ہیں اور

---

[51] طبری ج ۳ صفحہ ۲۰۲ [52] طبری ج ۳ از صفحہ ۱۹۷ تا صفحہ ۲۱۳

سعد بن عبادہ اُنکا صدر انجمن ہے چنانچہ دونوں بزرگوار معًا اس راز کو چھپائے ہوئے خاموش مسجد سے نکلے اور جلد جلد سقیفہ کیطرف لپکے۔ راہ میں ابو عبیدہ بن الجراح کو بھی ساتھ لیلیا اور دو سے تین ہو گئے اور سقیفہ میں پہونچگئے۔

اہل مدینہ یعنی انصار نے سقیفہ میں سعد بن عبادہ خزرجی کو صدر بنایا تھا سعد نے جو افتتاحی تقریر کی اس کا خلاصہ یہ ہے کہ تیرہ برس[1] تک رسول اللہ نے مکہ میں قریش کو ہدایت کی اور نصرت دین کی دعوت دی مگر نصرت کیسی قریش سختی سے آنحضرتؐ کی مخالفت برتتے رہے۔ پھر ہم ایمان لائے اور دین حق کی نصرت کی اور قریش کو عاجز ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہونا پڑا۔ آنحضرت ہم سے خوش دنیا سے گئے۔ باعتبار نصرت دین حکومت کے ہم مستحق ہیں نہ قریش حضرت ابوبکر و عمر و ابو عبیدہ سقیفہ میں پہونچکر خاموش ایک طرف بیٹھ گئے تھے ان کو دیکھکر انصار میں سے ایک شخص اُٹھا اور کہنے لگا کیا تماشا ہے کچھ ناتواں لوگ رینگتے ہوئے یہاں آئے اور ہم بحسن سلوک اُن سے پیش آئے آج وہی لوگ ہماری بیخکنی پر آمادہ ہیں اور چاہتے ہیں کہ جو ہے اپنی ہی گود میں بھر لیں۔ حضرت عمر فرماتے ہیں کہ میں نے سقیفہ کیلئے جو تقریر اپنے ذہن میں ترتیب دی تھی چاہا کہ کہہ چلوں مگر حضرت ابوبکر نے مجکو روک دیا اور نہایت نرمی و بردباری سے خود تقریر شروع کی۔ اولاً آغاز دعوت اسلام اور اوّل ایمان لانے والوں کا کچھ ذکر

[1] طبری ج ۳ صفحہ ۲

کیا اور اُسی سلسلہ میں یہ بھی کہا کہ آنحضرت کے وارث آنحضرت ہی کے خاندان والے ہیں اے گروہ انصار تمہاری نیکیاں مسلّم مگر حکومت و خلافت کے مستحق قریش ہی ہیں اور وہی باعتبار نسب اور جوار کعبہ میں رہنے کے اور شرف میں تمام عرب سے برتر ہیں۔ میرے ساتھ یہ جو دو شخص عمر و ابو عبیدہ آئے ہیں ان میں سے جس کے ہاتھ پر چاہو بیعت کرلو۔ اسپر حُباب[۲] بن المنذر انصاری نے برہم کر اپنے گروہ سے کہا دیکھو اس موقع پر قریش کے مقابلہ میں تمہارے آپس میں پھوٹ نہ پڑنے پائے ورنہ کام ہاتھ سے نکل جائے گا۔ اس کے جواب میں حضرت عمر نے ایک تقریر کی جو قریب قریب حضرت ابو بکر کی تقریر کا اعادہ تھی۔ ابن المنذر نے پھر انصار کو ہوشیار کیا کہ ہاں خوب مضبوط اس معاملہ کو اپنے ہاتھ میں لئے رہو۔ نہ عمر کی کوئی بات سنو نہ عمر کے ساتھیوں کی اور اگر یہ لوگ تمہاری بات نہ مانیں تو ان کو اپنے ملک سے نکالدو۔ یہ سنکر حضرت عمر کو غصہ آگیا اور کہا کہ حُباب تجھپر خدا کی مار۔ حُباب نے بھی لوٹ کر یہی جواب دیا۔ ابو عبیدہ نے فوراً سلسلہ کلام کو اپنے ہاتھ میں لیلیا اور کہا کہ اے گروہ انصار سب سے پہلے تمہیں نے نصرت دین کی اب سب سے پہلے تمہیں نہ بدل جاؤ اس وقت بشیر[۳] بن سعد انصاری کھڑے ہوگئے اور اپنی قوم کو سمجھانے لگے کہ ہمنے جو دین خدا کی نصرت کی اُس سے رضائے رب وطاعت نبی و ریاضت نفس ہمارا مقصود تھا نہ یہ کہ مال و جاہ دنیا حاصل

---

[۱] طبری ج ۳ صفحہ ۲ [۲] طبری جلد ۳ صفحہ ۲۰۹ [۳] اس منافقت کے صلہ میں بشیر کا خاندان ہمیشہ مقرب بارگاہ خلافت رہا حتی کہ انکا بیٹا انکا ہمنام بشیر بن نعمان یزید کے عہد میں کوفہ کا [illegible]

کرکے اظہار فخر کریں۔ جانے دو حکومت وخلافت قریش ہی کے لئے چھوڑ دو۔ اس پر مجمع انصار میں سے یہ غلغلہ بلند ہوا کہ اچھا یہ ہے[1] تو ہم علی کے سوا کسی کی بیعت نہ کریں گے۔ یہ صدائیں سنکر حضرت عمر گھبرا گئے اور اچانک حضرت[2] ابوبکر کے ہاتھ میں ہاتھ دیدیا اور بیعت کرلی یہ دیکھکر اُسید بن حُضیر[3] انصاری نے کھڑے ہوکر یہ کہنا شروع کیا کہ اے قبیلہ اوس اگر قبیلہ خزرج میں سے کوئی خلیفہ ہوگیا (یہ اشارہ سعد بن عبادہ رئیس قبیلہ خزرج کیطرف تھا) تو خوب سمجھ لو کہ خزرجی ہمیشہ تم پر اپنی فضیلت جتایا کریں گے اور حکومت کے فوائد میں سے کچھ بھی تم کو نہ دیں گے اٹھو اور ابوبکر سے بیعت کرلو۔ اس فقرہ نے جماعت انصار میں پھوٹ ڈالدی اور کچھ لوگ بیعت کرنے کو بیساختہ لپکنے لگے۔ (بخت واتفاق کہئے یا کسی بڑی بات سمجھئے) کہ یکایک قبیلہ اسلم کے منافق بدو[4] جو حوالی مدینہ میں کملیاں تانے پڑے تھے عین اس وقت پر اس طرح مدینہ میں گھس آئے کہ گلی کوچے اُن سے بھر گئے اور وہ وحشی ہلڑ مچاتے بیباکانہ سقیفہ کے مجمع میں داخل ہو گئے۔ حضرت

---

[1] طبری ج ۳ صفحہ ۱۹۸۔ [2] طبری ج ۳ صفحہ ۲۰۲ و صفحہ ۲۰۱ و صفحہ ۲۰۲ [3] معتبر و مبسوط تفاسیر میں آیہ ومن حولکم من الاعراب منافقون ومن اھل المدینہ مردوا علی النفاق کی تفسیر میں لکھا ہے کہ حوالی مدینہ کے اعراب سے مراد قبائل اسلم و اشجع و غفار ہیں[4] یہ حضرت ابوبکر کے خاص رفقا میں سے تھے اور بڑی جوشادی ہیں جیسا کہ صحیح بخاری کی ایک روایت سے جو باب تیمم میں درج ہے ظاہر ہے اس روایت کا اس جگہ نقل کرنا میں خلاف تہذیب سمجھتا ہوں جو صاحب چاہیں صحیح مذکور ملاحظہ فرمائیں۔ الریاض النضرہ میں ہے کہ اُسید بھی اُن لوگوں میں تھا جو حضرت عمر کے ساتھ بنت رسول اللہ کے گھر پر علی سے بیعت لینے چڑھ دوڑے تھے [illegible]

عمر فرمایا کرتے تھے کہ جب میں نے قبیلہ اسلم کو آتے دیکھا یقین ہو گیا کہ اب میدان جیت لیا۔ وہ بدو ہر طرف سے ٹوٹ پڑے اور جٹا جٹ حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر ہاتھ مارنے لگے۔

سعد بن عبادہ جو بوجہ علالت اس مجمع میں لیٹے لیٹائے ایک محفوظ جگہ بیٹھے ہوئے تھے قریب تھا کہ اس جبت و خیز میں کچل جائیں۔ سعد کے ساتھی چلائے کہ دیکھو شیخ کو کچلے نہ ڈالو۔ حضرت عمر غصہ میں بھرے ہوئے بیٹھے ہی تھے جھٹ اُبل پڑے اور للکارے کہ سعد کو مار ڈالو اسے خدا کی مار اور پھر اسی غیظ و غضب میں خود رفتہ ہو کر پیادہ سعد کے سر پر جا چڑھے اور کہا کہ جی چاہتا ہے یوں تجھے کچلوں کہ تیرا جوڑ جوڑ چور ہو جائے۔ رئیس قبیلہ خزرج کو اس بات کی تاب کہاں تھی اُسی حالت ضعف میں غضبناک ہو کر اُٹھ کھڑا ہوا اور ناگفتہ بہ دست درازی سے پیش آیا یہ ذلت انگیز حرکات دیکھکر حضرت ابوبکر فوراً لپکے اور سمجھا کے بیچ بچاؤ کر دیا۔ سعد نے نہایت پُرجوش لہجے سے کہا اگر بیمار نہ ہوتا تو دیکھتے کہ مدینہ کیونکر میرے نعروں سے گونج اُٹھتا ہے اور تم لوگوں کو ذلیل کر کے وہیں پہونچا دیتا جہاں سے تم خوار ہو کر آئے تھے اور یہ سب ہوائے ریاست تمھارے سر سے نکل جاتی پھر اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ مجھے یہاں سے اُٹھا لے چلو چنانچہ وہ لوگ فوراً سقیفہ سے اُن کو لیگئے۔ (طبری ج ۳ صـ ۲۰۶)

اسیوقت حضرت ابوبکر و عمر و ابوعبیدہ بھی سقیفہ سے نکل آئے اور مدینہ کی گلیوں

گھوم گھوم کے مشہور کرنے لگے کہ ابو بکر خلیفہ ہو گئے سب کو ان کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہیے۔ جو بیعت میں تامل کریگا جماعت اہل اسلام میں تفرقہ ڈالنے کا مجرم قرار پائے گا اور اس جرم کی سزا بھگتے گا۔ اول تو عوام الناس کو اتنا ہوش کہاں کہ تحقیق کریں کیا ہوا کیونکر خلیفہ ہوئے دوسرے ناگہانی ہر بونگ تیسرے سانحۂ رحلتِ نبی سے عالم دہشت و قلق سب پر طاری۔ بیعت لینے والوں کا کام چل پڑا مضطرانہ تڑا تڑ بیعت ہونے لگی کہ کسی طرح جلدی اس سے چھٹی ملے تو رسول اللہ کی تجہیز و تکفین میں شرکت کا موقع پائیں۔ غرضکہ اس طرح گروہ کثیر عوام سے بیعت لے کر اور اُن کو اپنا ہم عہد و حلیف بنا کر رسولخدا کے دفن میں شرکت کو آئے اور پہونچتے ہی یہ بحث چھیڑ دی کہ آپ کہاں دفن ہوں مسجد میں یا اس قبرستان میں جہاں آپ کے اصحاب دفن ہیں۔ مقصد اس فضول نزاع سے یہ تھا کہ کوئی شخص

اس کے پوچھنے کا موقع نہ پائے کہ آخر یہ مسئلہ خلافت کیونکر طے ہوا قصہ مختصر انہی خواہ مخواہ کے جھگڑوں میں رسولخدا کے دفن میں اس قدر تاخیر ہوئی کہ دوشنبہ کو قریب دوپہر دن چڑھے آپ نے وفات پائی تھی اور سہ شنبہ گذر کے نصف شب[۱] کے وقت آپ دفن ہوئے اب بنی ہاشم سے بھی بیعت کے لئے چھیڑ شروع ہوئی مگر حضرت علی اور اُن کے ساتھ[۲] تمام بنی ہاشم اور اُنکے رفقا معتمد دا صحاب رسول اللہ نے بیعت کرنے سے صاف انکار کردیا. تقریباً چھ[۳] مہینے تک بہت دار و گیر ہوئی جس کا تفصیل سے ذکر کرنا میرے نزدیک دل دُکھانا ہے لیکن کسی نے بیعت نہ کی اسی مدت میں فاطمہ زہرا بنت رسولخدا نے دنیا سے رحلت کی اور بیعت چاہنے والوں کے اب اور بھی بالکل تیور بدل گئے اس وقت ناچار علی و بنی ہاشم اور اُن کے رفیقوں کو مصالحت سے رفع نزاع و خونریزی کا اہتمام کرنا پڑا. سعد بن عبادہ[۴] کے دل میں سقیفہ کے ہنگامہ سے کچھ ایسی نفرت بیٹھ گئی تھی کہ بیعت نہ کرنا تھی نہ کی آخر وہ اچانک قتل کر ڈالے گئے اور مشہور ہو گیا کہ جنگل میں جنوں نے اُن کو مار ڈالا. مناقب عشرہ مبشرہ میں جو کتاب الریاض النضرہ[۵] مشہور و معروف محدث محب طبری نے لکھی ہے اُس میں

---

[۱] ودفن لیلۃ الاربعاء من وسط اللیل ص۲۰۵ (طبری ج ۳ ص۲۰۵) [۲] طبری ج ۳ ص ۲۰۲ [۳] طبری ج ۳ ص۲۰۲ [۴] فکان سعد لا یصلی بصلوتہم ولا یجمع معہم ویحج ولا یفیض معہم بافاضتہم فلم یزل کذلک حتی هلک ابوبکر الطبری ج ۳ ص۲۱۰ [۵] ج ا ص ۱۶۷

شہاب زہری سے واقعہ سقیفہ کے متعلق ایک مبسوط روایت منقول ہے اس روایت میں بیعت سے انکار کرنے والوں اور خلافت ابی بکر سے برہم ہونیوالوں میں امام حسن و امام حسین کا بھی نام لیا گیا ہے اس وقت میں یہ دونوں شاہزادے بہت ہی کم سن تقریباً چھ سات برس کے تھے تعجب ہے کہ انکو بھی تکلیف بیعت دی گئی۔ کتاب صواعق محرقہ جو علامہ ابن حجر مکی نے شیعوں کے رد میں لکھی ہے اس میں انھوں نے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ حضرت ابوبکر کو رسول اللہ کے منبر پر بیٹھا ہوا دیکھکر امام حسن اور امام حسین جھپٹ پڑے اور مجمع کی صفوں کو چیرتے ہوئے منبر پر جا چڑھے اور حضرت ابوبکر سے کہا کہ ہمارے باپ کے منبر پر سے اتر جاؤ حضرت ابوبکر نے پیار کر کے حسنین کو گود میں بٹھا لیا اور فرمایا کیا کروں لوگوں نے مجھے خلیفہ بنا دیا۔

علامہ ابو المنصور عبد القادر بغدادی المتوفی ۴۲۹ھ اپنی کتاب الفرق بین الفرق میں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت منافقوں کو چھوڑ کر اور سب مسلمان اصول و فروع دین میں ایک ہی طریقہ پر تھے پہلا اختلاف جو ان سے ظاہر ہوا ان کا وہ اختلاف تھا جو آنحضرت کی موت کے متعلق ان سے وقوع میں آیا۔ چنانچہ ان میں سے ایک گروہ نے یہ زعم کیا کہ رسول اللہ نے وفات نہیں پائی بلکہ عیسیٰ کی طرح خدا نے ان کو اٹھا لیا ہے

مگر یہ اختلاف اُسوقت زائل ہوگیا جب ابوبکر نے اِنک میت و انہم میتون پڑھکر تنبیہ کی کہ جو محمد کو پوجتا ہے ہوشیار ہوجائے کہ محمد مر گئے۔ اور جو خدا کو پوجتا ہے مطمئن رہے کہ خدا ہمیشہ زندہ رہیگا"

قوم کے نزدیک حضرت عمر فاتح مصر و عراق و عجم مدبر اعظم و مرکز عالم کی شان رکھتے ہیں اور لیس من اللہ بمستنکر؛ ان یجمع العالم فی واحد کا مصداق سمجھے جاتے ہیں اس ادعا کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ واقعہ ایک خاص بوالعجبی ہے۔ کیونکر باور ہوسکے کہ با ایں ہمہ جامعیت قرآن مجید تک بھی آپ نے نہ پڑھا ہو اور وانک میت و انہم میتون اور اسکی مثل دو آیتوں پر نظر نہ ہو۔ یا اسوقت سے تقریبًا تین ماہ پیشتر حجۃ الوداع کے سفر میں آنحضرت کا وہ خطبہ نہ سنا ہو جس میں آپ نے عنقریب اپنے دنیا سے رحلت کی طرف اشارہ کیا تھا یا اس محل پر تصور درد مفارقت سے حضرت ابوبکر کا رونا نہ دیکھا ہو یا اسکے بعد آنحضرت کا مرض شدید میں مبتلا ہونا نہ مشاہدہ کیا ہو یا اُن وصیتوں کے انداز سے جو رسول اللہ نے اس حالت مرض میں کی تھیں یہ نہ سمجھ سکے ہوں کہ یہ آخری وصیتیں ہیں۔ یا اسی شدت مرض میں حجرۂ اُم المومنین عائشہ سے نوحہ و بکا کے ساتھ جو یہ صدا بلند ہوئی کہ آنحضرت نے دنیا سے انتقال کیا اسکو غلط باور کیا ہو اگر باوجود ان تمام قرائن و قوع موسکے کوئی شخص یہ سمجھ لے کہ درحقیقت حضرت عمر کو یقین نہیں آیا کہ آنحضرت نے

وفات پائی بلکہ یہ جانا کہ حضرت موسیٰ کی طرح میقات پر یا حضرت عیسیٰ کی طرح
آسمان پر تشریف لیگئے ہیں اور رجعت فرمائیں گے اور منافقوں کو قتل کرینگے۔ تو ایسا
شخص ہر ہوشمند کے نزدیک اُتنا ہی احمق ہے جتنا حضرت عمر عقلمند مانے جاتے
ہیں بیشک حضرت عمر کا یہ فعل کسی اہم مصلحت پر مبنی تھا۔ حضرت ابوبکر کے یہ فرماتے
ہی کہ واقعاً آنحضرت نے دنیا سے انتقال کیا۔ حضرت عمر کا دھڑ سے زمین پر
گرجانا اور پھر معاً ہوش میں آجانا اور چپکے سے اُنکو سقیفہ میں لیجانا اور وہاں
حیرت انگیز پھرتی سے معرکہ سر کرنا اور وہاں سے نکلکر پیچیدہ تدبیروں سے مہم
بیعت کو سرانجام دینا یہ سب ایسے واقعات ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ
ام المومنین عائشہ یا ام المومنین حفصہ اپنی دختر کے ذریعہ سے حضرت عمر کو
یہ پتہ چل گیا تھا کہ عباس بعجلت علی کو مسند خلافت پر متمکن ہوجانے پر آمادہ
کر رہے ہیں۔ بس فوراً حضرت عمر کو یہ اندیشہ ہوا کہ بنی ہاشم اور اہل مسجد کہیں
علی کے ہاتھ پر بیعت نہ کرلیں اور ہمارا منصوبہ یوں کا یوں ہی رہ جائے۔ اسلئے
یہ تدبیر نکالی کہ دیوانگی اختیار کی اور وفات نبی کے منکر ہوگئے یعنی جب نبی نے
وفات ہی نہیں پائی تو کسی کو اُن کا خلیفہ اور جانشین بنانا کیسا۔ بڑی
خیر ہوئی اسوقت حضرت علی اگر حضرت عباس کی رائے کے موافق بیعت
لینا شروع کردیتے تو یقیناً مسجد نبوی ہی میں بڑا کشت و خون ہوتا کیونکہ
ابوالمنصور بغدادی کے بیان سے پایا جاتا ہے کہ اسوقت مسجد میں کچھ اور

لوگ بھی سادہ لوحی یا حضرت عمر سے ہمساز ہونے کی وجہ سے) حضرت عمر کے ہم آواز اور قوت بازو بنگئے تھے بلکہ بعض روایات میں یہانتک مذکور ہے کہ حضرت عمر نے تلوار کھینچ لی تھی اور مسجد میں ہر طرف دوڑ دوڑ کر کہتے پھرتے تھے کہ مارڈالونگا اگر کسی کی زبان پر یہ آیا کہ رسول اللہ نے دنیا سے انتقال کیا۔

یہ بھی محل عبرت ہے کہ حضرت ابوبکر حضرت عمر پر جو الفاظ دم کر کے انھیں ہوش میں لائے وہ الفاظ بھی پر اسرار ہیں اہل فہم واقف ہیں کہ الفاظ کے معانی پر انکے محل استعمال کا بھی بڑا اثر پڑتا ہے مثلاً اگر کوئی ذوق شعر رکھنے والا کسی برجستہ و دلکش شعر کو سن کر کہے "اُف مار ڈالا" تو یہ سمجھا جائیگا کہ اس کو یہ شعر بہت ہی پسند آیا اور اگر یہی الفاظ کسی ایسے شخص کی زبان پر جاری ہوں جس کے کپڑے جا بجا سے نُچے ہوں اور مٹی کے دھبے بھی کہیں کہیں لباس اور جسم پر پڑے ہوں تو یہ سمجھ میں آئیگا کہ کسی نے اس شخص کو مارا پیٹا ہے۔ ایسے موقع پر حضرت ابوبکر کا بے دھڑک یہ کہنا کہ جو محمد کو پوجتا ہے محمد تو مر گئے اور خدا جو محمد کا بھی رب ہے حی و قائم ہے"۔ اس سے یہ مفہوم بھی پیدا ہوتا ہے کہ ہوشیار رہو جاؤ محمدؐ کا دور ختم ہو چکا اب تو خدا ہے اور اُسکا ملک جو بھی پا جائے۔ بعہذا یہ بھی افسوسناک بات ہے کہ یہ الفاظ جو حضرت ابوبکر کی زبان سے نکلے آل محمد کے تازہ زخم پر نمک چھڑکنے والے تھے حالانکہ وہ سوگوار و غمزدہ اسوقت دیندارانہ تسلی اور شریفانہ تعزیت کے بدرجہ اتم مستحق تھے نیز یہ کہ آخر

آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو کون پوجتا تھا۔ اور آنحضرت کس کے معبود بنے تھے یہ تعریف کیسی اور کیوں ایسا سخت حملہ مسلمانوں اور اُن کے نبی پر کیا گیا قابل افسوس ہے۔

رسول اللہ کا جنازہ دھرا ہوا اور سا اہلبیت سوگوار سر جھکائے اُس کے گرد بیٹھے ہوئے اور اصحاب رسول اللہ مدینہ کے گلی کوچوں میں یہ سب کچھ کرتے پھریں سخت حیرت انگیز واقعہ ہے۔ عذر پیش کیا جاتا ہے کہ اہلبیت کی طرح سوگوارانہ جنازہ کے پاس بیٹھنے سے یہ بہتر تھا کہ جلد کوئی خلیفہ بنالو یا جائے تاکہ فتنہ نہ اُٹھنے پائے مگر یہ عذر اس حالت میں صحیح ہوگا کہ جب رسول اللہ کو ایک ایسا بادشاہ فرض کرلیا جائے جسکے ارباب دربار سب نامہذب۔ بد اخلاق۔ لالچی فتنہ انگیز اور دنیا پرست ہوں۔ اور ہر ایک اُن میں سے اس تاک میں ہو کہ بادشاہ کے مرتے ہی میں تخت سلطنت پر بیٹھ جاؤں۔ اس صورت میں یہ عذر پیش نہیں ہوسکتا جبکہ رسول اللہ کے اہل دربار یعنی اصحاب کبار کو انصاف پسند و خوش اخلاق بھی مانا جائے مہذب بزرگوں سے اس سوء ظن کی گنجائش نہیں ہے کہ وہ رسول اللہ کے دفن وکفن کو چھوڑ کے حکومت حاصل کرنے پر ٹوٹ پڑیں گے۔ مان لیجئے کہ گروہ انصار نے سقیفہ میں خلیفہ بنانے ہی کے لئے جماؤ کیا تھا مگر حضرت ابوبکر و عمر عین وقت پر وہاں پہونچگئے تھے۔ انصار کو نہایت آسانی سے سمجھا سکتے تھے کہ عزیزان محترم افسوس ہے کہ ہمارے اور تمھارے محسن رسول اللہ

ہنوز دفن نہیں ہوئے اور اُنھیں چھوڑ کر ہم ان باتوں میں لگ جائیں آؤ مسجد نبوی میں چلو اول رسول اللہ کے تجہیز و تکفین کے فرض کو مل کر ادا کر لیں پھر ہم اور تم اور اہلبیت وہیں باہم مشورہ کر کے امر خلافت کو بھی طے کر لیں گے اور ابھی چند گھنٹوں میں باحسن وجہ یہ دونوں فرض ادا ہو جائیں گے میں نہیں سمجھتا کہ گروہ انصار اس مصلحت و مصالحت پر راضی نہ ہو جاتے۔ بگاڑ اور جھگڑا تو اس پر ہوا کہ سقیفہ میں یہ کچھ ذکر نہ آیا اور یہ ہونے لگا کہ تم نہیں ہم خلیفہ ہونگے۔ اچھا اگر یہی ٹھان لیا تھا کہ ابھی سقیفہ میں فیصلہ ہو جائے تو اصول و ضابطہ کی بات یہ تھی کہ کچھ مشکل نہ تھا فوراً حضرت علی اور دیگر سربرآوردہ مہاجرین کو اطلاع دیدی ہوتی کہ آؤ یہ مسئلہ درپیش ہے وہ لوگ آتے یا اپنا کوئی نمایندہ بھیجدیتے یا کچھ اور جواب دیتے۔

المختصر خیر جو کچھ ہوا اچھا ہوا یا برا ہو چکا اب دیکھنا یہ ہے یوں خلیفہ بنجانے کو نہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ بموجب اصول حکومت جمہوریہ انتخاب ہوا نہ شرعی اصطلاح کے موافق یہ کہہ سکتے ہیں کہ باجماع انتخاب ہوا۔ بس یہ کہہ سکتے ہیں کہ بے سروپا ایک کارروائی تھی جو بحث و اتفاق سے سرسبز ہو گئی۔ اور من بعد اُسکے نہایت مضر نتائج ظاہر ہوئے[1] اور کسی کا یہ کہنا ایک طرف خود حضرت عمر کو ماننا پڑا کہ ابوبکر کی بیعت فلتۃً وقوع میں آئی تھی یعنی کسی مسلمہ قانون کے مطابق کوئی باقاعدہ انتخاب نہ تھا اور حضرت علی نے بھی اُسی وقت میں حضرت ابوبکر سے

[1] طبری ج ۳ صفحہ

صاف صاف کہدیا تھا" استبد دتم علینا[1]" یعنی تم لوگوں نے امر خلافت میں سراسر استبداد اور خود رائی سے کام لیا۔ اور حضرت ابو بکر کچھ اس الزام کا جواب نہ دے سکے اور کوئی صفائی نہ پیش کر سکے اس صورت میں اظہر من الشمس ہے کہ بدبختی سے جب بنائے حکومت ہی استبداد پر قائم ہوئی تو اُس کو حکومت مستبدہ کے سوا اور کیا کہہ سکتے ہیں۔ جس تدبیر کی بنا غلطی پر ہو اگرچہ ابتدا میں کیسی ہی اُسکی غلطی پوشیدہ رہے مگر زمانہ دراز گذرنے کے بعد ظاہر ہو کر رہتی ہے۔ اسکی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص چلتے چلتے راہ راست کو چھوڑ کر ذرا سا بھی کسی طرف مڑ جائے گو شروع میں اُتنا مڑنا چنداں قابل اعتبار نہ ہو لیکن جوں جوں وہ مڑ جانے والا آگے بڑھیگا راستہ کی سمت سے دور پڑتا جائیگا اور غلطی نمایاں ہوتی جائیگی چنانچہ یہ حکومت چند قدم ہی آگے بڑھ کے کھلی ہوئی حکومت مستبدہ اور ملک عضوض بن گئی اور اسوقت تک یہ نجس سلسلۂ استبداد قائم ہے۔

خشت اول چوں نہد معمار کج ۔۔۔ تا ثریا میرود دیوار کج

علامہ[2] ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ میں بحوالہ دار قطنی چند روایتیں نقل کی ہیں جنکا ماحصل یہ ہے کہ بنی تیم یعنی حضرت ابو بکر کے خاندان اور بنی عدی یعنی حضرت عمر کے خاندان کو عہد جاہلیت میں بنی ہاشم سے عداوت تھی مسلمان ہو کر

[1] طبری ج ۴ ص ۵۲ [2] صـ ۹۲ واخرج ایضاً عن علیؑ ان ھذہ الآیۃ نزلت فی ھذہ البطون الثلاثۃ تیم وعدی وبنی ھاشم وقال منھم اناؤ ابوبکر وعمر الخ

یہ عداوت دلوں سے نکل گئی چنانچہ آیت ونزعنا ما فی صدورھم من غل اسی کے متعلق نازل ہوئی ہے روایت کا یہ آخری ٹکڑا کہ یہ آیت بنی تیم و بنی عدی کی شان میں ہے. قابل تسلیم نہیں ہے کیونکہ ونزعنا ما فی صدورہم من غل قرآن مجید میں دو جگہ ہے سورہ اعراف میں اور سورہ حجر میں۔ اور دونوں جگہ یکساں عنوان سے ہے یعنی جہاں یہ ذکر ہے کہ روز جزا صالحین جنت میں داخل ہونگے اور وہاں اُن کو یہ یہ نعمتیں دیجائیں گی اُنہی نعمتوں میں اس نعمت کو بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ جو دلوں میں باہم کر خفگیاں ہوں گی دھوڈالی جائیں گی اور وہ بھائی بھائی ہوکر تختوں پہ آمنے سامنے بیٹھیں گے۔ سورہ اعراف میں ہے اولٰئک اصحاب الجنۃ ھم فیھا خالدون ونزعنا ما فی صدورھم من غل تجری من تحتھم الانھر۔ اور سورہ حجر میں ہے ان المتقین فی جنّٰت وعیون۔ ادخلوھا بسلٰمٍ اٰمنین۔ ونزعنا ما فی صدورھم من غل اخوانا علٰی سررٍ متقٰبلین۔ اب یہ تامل ملاحظہ ہو کہ سیاق کلام مطلق روایت کے اُس ٹکڑے کی تائید نہیں کرتا اور نہ کسی مفسر نے اس آیت کی شان نزول یہ نقل کی جو روایت مذکورہ میں ہے۔ معہذا اسی صواعق محرقہ کے اسی صفحہ میں یہ روایت بھی نقل ہوئی ہے کہ حضرت علی نے ایک بار فرمایا کہ جن کے دلوں سے باہمی رنجش کے نکال ڈالنے کا اس آیت میں ذکر ہے امید

کرتا ہوں کہ میں اور عثمان وطلحہ وزبیر بھی اُن لوگوں میں ہوں۔ یہ روایت بھی
میرے دعوے کی موئید ہے کہ ونزعنا ما فی صدورھم من غل عالم آخرت
سے متعلق ہے اور نعمات جنت میں سے ایک نعمت ہے۔ معہذا یہ بھی قابل نظر
ہے کہ حضرت علی نے عثمان وطلحہ وزبیر سے تو رفع کدورت کی تمنا کی مگر معاویہ
وعمرو بن العاص ومغیرہ بن شعبہ واشالہم کو اس آرزو سے محروم رکھا اور
زیادہ نہ عرض کرونگا۔ مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز۔ مختصر یہ ہے
کہ واقعات اس قدر روشن ہیں کہ اس قسم کے پردے ڈالنے سے چھپ نہیں
سکتے جب بنی امیہ کے دلوں سے عداوت نہ گئی تو اور کسی کے دلوں سے
کیا جاتی بنی امیہ سے قریب تر رشتہ دار تو بنی تیم و بنی عدی نہ تھے اگر حضرت
ابوبکر وعمر کی لڑکیاں آنحضرت کے گھر میں تھیں تو ابوسفیان شیخ بنی امیہ
کی بھی لڑکی آنحضرت کے گھر میں تھی جس رشتہ سے معاویہ مسلمانوں کے
ماموں بنتے تھے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ پرانی عداوتیں آنحضرت کے عہد
میں چنداں نمایاں نہ ہونے پائیں اور آنحضرت بھی بمصلحت وقت
درانداز یوں سے کچھ اعراض فرماتے رہے۔ احکام میں کسی نے دخل دیا
ٹال دیا اور دوسرے عنوان سے کام کو سرانجام دیدیا
میدان جنگ سے مجاہدین کا دل توڑنے اور حریف کا
خیر خواہ بننے کے لئے کوئی بھاگ نکلا۔ کچھ کاوش

نہ کی خود مخلصوں کو ساتھ لیکے اور صعوبتیں جھیل کے معرکہ سر کر لیا اور بقول ابن
خلدون معجزات اور نزول ملائکہ کی دہشت سے بھی قریش مرعوب رہے لیکن
آنحضرت کے بعد قریش نے جو ستم ڈھائے اظہر من الشمس ہیں۔ معرکہ سقیفہ۔
شورش عہد عثمانی حروب جمل و صفین اور واقعہ کربلا کامل غماز ہیں اس کی موجود
ہیں کہ کینہ کس طرح دلوں میں استواری سے قائم تھا۔ قرآن مجید میں اسی
فتنہ و فساد کی طرف اشارہ ہے فھل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا
فی الارض وتقطعوا ارحامکم۔ اولئک الذین لعنھم اللہ
فاصمھم واعمیٰ ابصارھم پھر تم سے یہ بھی توقع ہے کہ اگر تم کو
حکومت ہو تو خرابی ڈالو ملک میں اور توڑو اپنے ناتے ایسے لوگ وہی
ہیں جن کو پھٹکارا اللہ نے پھر کر دیا ان کو بہرے اور اندھی انکی آنکھیں
(ترجمہ شاہ عبدالقادر دہلوی) تفسیر مدارک میں منقول ہے کہ مدینہ کے
قبائل اوس و خزرج میں ایک سو بیس برس سے باہم گرجنگ و جدال کا
سلسلہ قائم تھا اور پھوٹ پڑی تھی دونوں قبیلے آنحضرت کی نصرت میں
جمع ہو گئے اور آپس کا لڑنا چھوڑ دیا آنحضرت کے ساتھ ہو کر قریش سے
سرگرم جدال ہو گئے۔ ھو الذی ایدک بنصرہ وبالمومنین والف
بین قلوبھم۔ قرآن مجید میں انہی اوس و خزرج کی نزاع باہمی کے
رفع ہونے اور آنحضرت کی نصرت پر متحد و مجتمع ہونے کا ذکر اس

آیت میں ہے۔ برحاشیہ تفسیر حسینی مطبوعہ مطبع احمدی ط ۲۵

میرا تاریخی قیاس ہے کہ یہودی جو مدینہ وحوالی مدینہ میں بڑے بڑے مہاجن تھے وہ ان قبیلوں کو آپس میں لڑا لڑا کے فنا کرنے پر تلے تھے اور اپنے پاؤں پھیلانے کیلئے جگہ خالی کرنا چاہتے تھے خدا نے آنحضرت کی برکت سے اس تہلکہ سے ان قبائل کو نجات دی اور توفیق دی کہ وہ انصار رسول ہوئے۔ تاریخ میں کہیں نظر نہیں آتا کہ پھر اُس وقت سے ابتک کبھی اوس وخزرج میں باہم گر جنگ وجدال کی نوبت آئی ہو افسوس کہ قریش نے ان کو بھی بتدریج پامال کیا اور واقعہ حرہ میں تو انتہائی ستم انصار پر کئے خونریزی ایک طرف اِن بیکسوں کی ابرو ریزی میں بھی کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا۔

علامہ ابوبکر خطیب نے تاریخ بغداد میں یہ روایت نقل کی ہے کہ سہیل بن عمرو جو شیوخ قریش میں ایک نامور شخص تھا اور معاملہ صلح حدیبیہ میں بھی بحیثیت وکیل قریشی کے پیش پیش رہا تھا کسی بات پر ناخوش ہوکر اُس سے آنحضرت نے فرمایا اے گروہ "قریش" تم ہرگز اپنی شرارتوں سے باز نہ آؤگے جب تک میں ایسے شخص کو تمہاری سرکوبی پر مامور نہ کرونگا جس کا قلب ایمان کے امتحان میں خدا کے نزدیک پورا اُتر چکا ہو وہی شخص تمہاری گردنیں مارے گا اور تم اُس سے شتر مرغ کی طرح بھاگتے

پھر و گے حضرت ابو بکر نے پوچھا وہ شخص میں ہونگا آنحضرت نے فرمایا
نہیں حضرت عمر نے پوچھا میں ہونگا فرمایا نہیں وہ شخص دیکھو وہ ہے جو
میرے نعلین ٹانک رہا ہے اُس وقت حضرت علی ایک گوشہ میں بیٹھے
ہوئے آنحضرت کے نعلین کو سی رہے تھے (جلد ۱ مطبوعہ مصر)

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جب قریش نے اپنی بیہودگیوں کو نہ چھوڑا
اور آنحضرت حق وعظ و پند ادا کر چکے تو علی نے بحکم خدا و رسول جہاد پر
کمر ہمت چست باندھی اور بدر واحد وغیرہ مرد آزما معرکوں میں قریش کا
خوب ہی سر کچلا اسی وجہ سے قریش ہمیشہ علیؑ سے جلتے رہے اور پھر
قریش سوء اتفاق سے جب قوت پا گئے تو انھوں نے علی سے کینہ
کشی میں اپنی پوری طاقت صرف کر دی۔

حضرت علی کے کچھ مقولات "الف کلمہ" کے نام سے ۱۳۲۹ھ ہجری
میں بیروت میں طبع ہوئے ہیں ازانجملہ یہ بھی ہے آپ نے فرمایا جتنا
کینہ قریش کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تھا وہ سب قریش
نے مجھ سے نکالا اور میرے بعد میری اولاد سے نکالتے رہیں گے قریش
کیوں مجھسے برسر پرخاش ہیں میں نے جو بھی اُن میں قتل وقمع کیا
خدا اور اُس کے رسول کے حکم سے کیا۔ کیا اُس شخص کو جس نے خدا
و رسول کی اطاعت کی ہو یہی صلہ دیتے ہیں جو قریش مجھکو دے رہے ہیں۔

اگر یہ لوگ مسلمان ہیں تو سمجھیں کہ کیسا ظلم کر رہے ہیں۔

حضرت ابوبکر[۱] دو برس تین مہینے دس دن خلیفہ رہے اور ماہ جمادی الآخرہ ۱۳ھ میں شب سہ شنبہ کو ما بین وقت مغرب و عشاء وفات پائی۔

آپ نے عین شدت مرض الموت[۲] میں حضرت عثمان کو تخلیہ کے بعد بلا بھیجا اور اُن سے فرمایا لکھو۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ عہدنامہ ابوبکر بن ابی قحافہ کا ہے بحق اہل اسلام۔ بس اتنا لکھانے پائے تھے کہ غشی نے حواس معطل کر دیے حضرت عثمان نے یہ حالت دیکھکر جلدی سے عہدنامہ کو خود یہ عبارت لکھکر پورا کر دیا کہ "میں نے تم پر اپنا جانشین عمر بن الخطاب کو مقرر کیا اور تمھاری خیرخواہی میں کوئی کوتاہی و کمی نہیں کی" حضرت ابوبکر کو اتنے میں غشی سے افاقہ ہوا حضرت عثمان سے فرمایا ہاں کیا لکھ چکے ہو پڑھکر مجھے سناؤ حضرت عثمان نے جو کچھ لکھا تھا پڑھکر سنا دیا حضرت ابوبکر نے کہا اللہ اکبر اور حضرت عثمان سے فرمانے لگے دیکھتا ہوں تم نے یہ خیال کیا کہ کہیں اس غشی میں میرا دم نہ نکل جائے اور مسلمانوں میں اختلاف پڑ جائے حضرت عثمان نے عرض کیا ہاں مجھے یہی خیال ہوا حضرت ابوبکر نے فرمایا خدا تم کو

[۱] طبری ج ۴ ص ۴۷ و ۴۸ [۲] طبری ج ۴ ص ۵۲ [۳] طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۱۴۲
[۴] طبری ج ۴ ص ۵۱

اسلام واہل اسلام کی اس خیر خواہی کی جزائے خیر دے اور اُسی طرح اُس دستاویز ولیعہدی کو لفظ بہ لفظ قائم رکھا۔ طبری کی دوسری روایت میں ہے کہ اس سے قبل بصیغہ راز حضرت ابو بکر حضرت عثمان سے فرما چکے تھے کہ میں اب عمر کو خلیفہ مقرر کرونگا اور اشارۃً یہ بھی بتا دیا تھا کہ عمر تم کو خلیفہ بنا ئینگے لہذا غشی میں حضرت عمر کا نام لکھدینا کوئی محل تعجب نہیں ہے۔ خیر مختصر یہ کہ دستاویز ولیعہدی کے لکھے جانے کے بعد عبد الرحمٰن بن عوف ملنے آئے[1] تو حضرت ابو بکر نے اُن سے فرمایا عمر کو ولیعہد مقرر کرنے پر تم سب پھولے ہوئے نظر آتے ہو اور ہر ایک شخص تم میں سے یہی چاہتا ہے کہ میں خلیفہ ہو جاؤں کیونکہ اب دنیا کی دولت نے خلافت کی طرف رخ کر دیا ہے۔ یک نہ شد دو شد عبد الرحمٰن کے بعد طلحہ[2] آپہونچے اور کہنے لگے آپ نے عمر کو خلیفہ مقرر کیا ہے آپ کے جیتے جی تو مخلوق خدا کے ساتھ اُن کا جیسا سلوک تھا وہ آپ نے دیکھا ہی اور آپ کے بعد جب خود مختار ہونگے تو ظاہر ہے جو سلوک کرینگے یہ سنکر حضرت ابو بکر غصہ میں بھر گئے اور کہا کہ مجھے اُٹھا کر بٹھاؤ اور کہا تو لوگ مجھے خدا سے ڈراتے ہو میں اُس سے صاف کہدونگا کہ تیری مخلوق پر میں نے اُس

[1] طبری ج ۴ ص ۵۲

[2] طبری ج ۴ ص ۵۲

شخص کو خلیفہ بنا کر چھوڑا ہے جو اُن سب سے بہتر ہے۔ طبقات ابن سعد مطبوعہ لیڈن کی روایت میں ہے کہ اس جلسہ میں حضرت علی علیہ السلام بھی طلحہ کے ساتھ آئے تھے اور دونوں نے حضرت ابوبکر سے یہ کہا تھا کہ تم نے عمر کو خلیفہ بنایا ہے خدا کو کیا جواب دوگے۔ المختصر حضرت عمر جانشین ہوئے دس برس چھ مہینے چار دن حکومت کی اور ماہ ذی الحجہ کے آخری دنوں میں ۲۳ھ میں وفات پائی۔ اظہر من الشمس ہے کہ اس عنوان سے خلیفہ ہونا تو سراسر استبداد ہے اسمیں کسی قسم کی تاویل وتسویل کی گنجائش ہی نہیں۔

مغیرہ بن شعبہ کے غلام ابولولوا نے جب حضرت عمر کو خنجر مارا اور زخم کاری لگا۔ اُمید زیست نہ رہی تو بعض ہمنشینوں نے کہا کہ کسی کو اپنا جانشین مقرر کر دیجئے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ نے نہیں مقرر کیا اور ابوبکر نے مقرر کیا تھا لہذا میرے لئے دونوں راہیں کھلی ہوئی ہیں جو راہ چاہوں اختیار کروں طبقات ابن سعد میں یہ واقعہ یوں مذکور ہے

عن سماک ان عمر بن الخطاب لما حضر قال ان استخلف فسنة وان لا استخلف فسنة توفی رسول اللہ ولم یستخلف	سماک سے مروی ہے کہ حضرت عمر نے اپنی وفات کیوقت فرمایا کہ اگر میں کسی کو اپنا جانشین مقرر کردں تو بھی سنت ہے اور اگر نہ مقرر کروں تو بھی

طبری جلد ۳ صفحہ ۱۹۶

و توفي ابوبکر فاستخلف الخ	سنت ہے کیونکہ رسول اللہ نے نہیں
(طبقات ابن سعد ج ۳ حالات	مقرر کیا تھا اور ابوبکر نے مقرر کیا تھا

حضرت عمرؓ ۲۲)

فعل رسول اللہؐ تو سنت تھا ہی مگر تعجب ہے کہ اُسکے خلاف جو حضرت ابوبکر کا فعل ہو اُس کو سنت قرار دیا گیا، علامہ محمد بن اسمٰعیل الامیر الیمنی بلوغ المرام کی شرح سبل السلام میں روایات علیکم بسنتی و سنۃ الخلفاء الراشدین الحدیث اور اقتدوا بالّذین من بعدی ابوبکر و عمر نقل کرنے کے بعد افادہ فرماتے ہیں کہ

لیس المراد من سنۃ الخلفاء	سنت خلفاء راشدین سے خلفاء
الراشدین الا طریقتہم	کا وہی طریقہ مراد ہے از قبیل جہاد
الموافقۃ لطریقتہ صلے اللہ	و تقویت شعائر دین وغیرہ جو
علیہ واٰلہ وسلم من جہاد	رسول اللہؐ کے طریقہ کے موافق ہو کیونکہ
الاعداء و تقویۃ شعائر	حدیث عام ہر خلیفہ راشد کے لئے
الدین و نحوھا فان الحدیث	ہے ابوبکر و عمر سے مخصوص نہیں ہے
عام لکل خلیفۃ راشد لا	اور قواعد شریعت سے یہ معلوم ہو چکا
یخص الشیخین و معلوم من	ہے کہ خلیفہ راشد کو یہ حق حاصل
قواعد الشریعۃ انہ لیس لخلیفۃ	نہیں ہے کہ اُس طریقہ کے خلاف جو

راشد ان يشرع طريقة	رسول اللہ نے اختیار فرمایا ہو
غير ما كان عليه النبي صلى	دوسرا طریقہ قائم کرے۔
الله عليه وآله وسلم۔ و	رہا مسئلہ اقتدا ظاہر ہے کہ
الاقتداء ليس هو التقليد بل	اقتدا اور چیز ہے اور تقلید اور
هو غيره كما حققناه في شرح	چیز ہے جیسا کہ ہم نے شرح نظم
نظم الكافل في بحث الاجماع	الکافل بحث اجماع میں ثابت
(صفحہ ۳ مطبوعہ مجتبائی)	کیا ہے

رسول اللہ کے بعد اُن کے احکام کی خلاف ورزی ظاہر ہے کہ چنداں دشوار نہ تھی واقعات تو یہ ہیں کہ رسول اللہ کی زندگی میں ایسا ہوتا تھا حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح صحیح بخاری میں علامہ نودی کا یہ ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ "آخر زمانہ حیات میں رسول اللہ نے فرمایا کاغذ لاؤ ایک ایسا نوشتہ تم سب کو دیدوں کہ میرے بعد کبھی تم گمراہ نہ ہو مگر اس مصلحت سے کہ مبادا رسول اللہ کوئی ایسی بات لکھدیں جسپر عمل کرنا مشکل ہو اور نیز اس مصلحت سے کہ ہمارے اجتہاد کا دروازہ کھلا رہے حضرت عمر نے کاغذ کسی کو پیش کرنے نہ دیا" اور بہت سے ایسے ہی واقعات ہیں مگر طول فضول ہے لہذا نقل سے اعراض کرتا ہوں۔ الحاصل حضرت عمر نہ سنت رسول اللہ پہ چلے نہ ابو بکر کی سنت پہ

بلکہ یہ نیا طریقہ اختیار فرمایا کہ عبدالرحمن بن عوف و عثمان و زبیر و سعد بن ابی وقاص و علی و طلحہ باہمدگر مشورہ کرکے اپنے میں سے ایک کو خلیفہ بنالیں اور یہ ضابطہ قرار دیا کہ اگر پانچ متفق ہوں اور ایک اختلاف کرے یا چار متفق ہوں اور دو اختلاف کریں تو اِن اختلاف کرنیوالوں کے سر کاٹ ڈالے جائیں اور اگر تین تین برابر متفق ہوں اور ہر فریق اپنے میں سے ایک کو انتخاب کرے تو ہمارے بیٹے عبداللہ کو حکم قرار دیا جائے اور اگر عبداللہ کو حکم بنانا پسند نہ ہو تو اُن تین کا منتخب کیا ہوا خلیفہ تسلیم کیا جائے جنمیں عبدالرحمن ہوں اور دوسرا فریق اگر اختلاف پر بدستور قائم رہے تو قتل کرڈالا جائے[1] یہ خونخوار قواعد شوریٰ سنکر حضرت عباس بن عبدالمطلب سے حضرت علی نے کہا " لیجئے اس مرتبہ بھی حکومت ہمسے نکل گئی۔ حضرت عباس نے فرمایا آخر تم کو یہ کیونکر معلوم ہوا؟ حضرت علیؑ نے کہا میرے ساتھ مستحقین خلافت میں عثمان کو بھی قرار دیا ہے اور قاعدہ یہ مقرر کیا ہے کہ جدھر کثرت رائے ہو وہی منتخب ہو اور اگر رائیں برابر برابر ہوں تو جن انتخاب کنندوں میں عبدالرحمن بن عوف ہوں اونہی کا انتخاب مسلم ہو۔ اب سن لیجئے سعد اپنے برادر عمزاد عبدالرحمن کے خلاف نہوں گے اور عثمان و عبدالرحمن میں رشتہ دامادی ہے ایک دوسرے کے برخلاف نہ ہوگا یا تو عثمان عبدالرحمن کو

[1] طبری ج ۵ ص ۳۵

یا عبد الرحمٰن عثمان کو منتخب کرینگے باقی رہے طلحہ و زبیر اگر وہ میرے موافق بھی ہوے تو مجھے کچھ مفید نہ ہوگا۔ خیر قصہ مختصر عثمان یا عبد الرحمٰن انہی دو میں سے ایک خلیفہ ہوگا" (ان قواعد شوریٰ میں یہ ایک خاص تدبیر مضمر تھی کہ یا تو علی اُس فریق کے انتخاب میں دم نہ ماریں گے جسمیں سعد و عبد الرحمٰن و عثمان ہوں گے یا قتل کئے جائیں گے) الحاصل یہ درد واقعہ سنکر حضرت عباس نے حضرت علی سے بتاسف فرمایا۔ تمنے اس معاملہ میں اب تک میری کوئی بات نہ مانی مگر خیر اب یہ یاد رکھو کہ اِن اہل شوریٰ کی کوئی بات بجز اسکے کہ وہ تمکو خلیفہ تسلیم کریں ہرگز نہ ماننا۔ اور اس گروہ سے خوب ہوشیار رہنا یہ شروع سے ہمکو حکومت و خلافت سے علیحدہ کرتے چلے آرہے ہیں اور اغیار کو ہم پر حکمران بنا رہے ہیں اور بخدا اب تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ بغیر جنگ و جدال تم حکومت نہ پاؤ گے ان سے یہ صلح و آشتی کچھ مفید نہ ہوگی۔ حضرت علیؑ نے فرمایا ذرا میں عثمان کو یہ سب باتیں اور یاد دلالوں اگر پھر بھی یہی رنگ رہا تو یہ لوگ میرا وہ طرز عمل دیکھیں گے جو ان کو بہت شاق ہوگا۔[۱]

المختصر بعد وفات و تجہیز و تکفین حضرت عمر اہل شوریٰ نے اپنا پہلا اجلاس کیا اور اس جلسہ میں عبد الرحمٰن بن عوف نے اول ہی اول یہ مسئلہ

[۱] طبری ج ۵ ص ۳۵

پیش کیا کہ اہل شوریٰ میں سے کون ایسا ہے کہ خود خلیفہ ہونا نہ چاہے اور اُسکے عوض میں یہ اختیار لینا چاہے کہ تم میں سے جسکو وہ افضل سمجھے اُسکو خلیفہ بنا دے۔ سب اہل شوریٰ خاموش رہے اور اس سوال کا کسی نے کچھ جواب نہ دیا اسپر عبدالرحمن نے خود ہی کہا کہ لو میں خلافت وحکومت اختیار کرنے سے دست بردار ہوتا ہوں۔ حضرت عثمان نے فرمایا میں سب سے اول راضی ہوں یعنی تمکو خلیفہ منتخب کرنے کیلئے مختار کرتا ہوں

اوس وقت سعد و زبیر بھی بول اوٹھے کہ ہم بھی راضی ہیں مگر حضرت علیؑ خاموش رہے عبدالرحمن نے کہا ابو الحسن آپ کیا کہتے ہیں۔ حضرت علیؑ نے کہا، مجھسے تم یہ عہد کرو کہ ضرور حق کو اختیار کروگے اور اپنے ہوائے نفس کی پیروی نہ کروگے اور اس انتخاب میں قرابتمندی کی خصوصیت کو دخل نہ دوگے اور امت کی خیرخواہی میں کمی نکروگے۔

عبدالرحمن نے کہا تم سب بھی مجھ سے یہ عہد کرو کہ تم بمقابلہ اوس شخص کے جو میرے فیصلہ کو نہ مانیگا اور بدل جائیگا میرا ہی ساتھ دوگے اور جسکو میں منتخب کروں گا اُسکی خلافت پر راضی ہو جاؤ گے اور لو میں خدا سے عہد کرتا ہوں کہ اس معاملہ میں خصوصیت قرابتمندی کو دخل نہ دونگا اور مسلمانوں کی خیراندیشی میں کمی نہ کروں گا چنانچہ طرفین میں عہد و پیمان ہو گئے۔ اور اس طرح عبدالرحمن اہل شوریٰ کیطرف سے مختار کار بنکر

دو روز تک سرداران لشکر وغیرہ سے جو حاضر دار الخلافت تھے ملتے جلتے رہے اور صلاح و مشورہ کرتے رہے اور حضرت علی و عثمان سے بھی جدا جدا خلوتوں میں گفت و شنید کی تیسرے روز بعد نماز صبح باستثنای طلحہ جو ہنوز سفر سے واپس نہ آئے تھے باقی اہل شوری مسجد نبوی میں مجتمع ہوئے اور دیگر معزز اشخاص اور موجودہ سرداران لشکر بھی فیصلہ سنانے کیلئے بلا کر بٹھائے گئے۔ عبدالرحمن نے حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا کہ مجھے اس انتخاب کے متعلق رائے دو۔ سعید بن زید نے کہا آپ ہی شایان خلافت ہیں۔ عبدالرحمن نے کہا مجھے چھوڑ کر رائے دو عمار بن یاسر نے کہا کہ اگر تم یہ چاہتے ہو کہ اہل اسلام اختلاف و تفرقہ سے محفوظ رہیں تو علی بن ابی طالب کے ہاتھ پر بیعت کر لو۔ رائے کی تائید کی اور کہا کہ عمار نے سچ کہا اگر تم علی کے ہاتھ پر بیعت کر لو تو ہم سب مطیع و منقاد ہیں۔ یہ سنکر جماعت بنی امیہ میں سے ابن ابی سرح نے کہا کہ اگر یہ منظور ہے کہ قریش اختلاف نہ کریں تو عثمان کے ہاتھ پر بیعت کرو۔ عبداللہ بن ربیعہ نے اس رائے کی تائید کی اور کہا کہ عثمان کی بیعت کر لو تو ہم فرمان پذیر ہیں۔ عمار نے ابن ابی سرح کو دشنام دیکر کہا تو کب مسلمانوں کا خیرخواہ تھا جو آج بنتا ہے پھر بنی ہاشم اور بنی امیہ میں گفتگو ہونے لگی اور اس درمیان میں عمار بول اُٹھے کہ خدا نے بسبب نبی کی بدولت ہمکو بزرگی و کرامت اور دینداری کی

یہ عزت عطا کی تم لوگ اوسی نبی کے اہل بیت سے خلافت کو کہاں نکالے ہوئے لئے جاتے ہو۔ ایک شخص نے بنی مخزوم سے بدرشتی عمار سے کہا ابن سمیہ تو اپنی حد سے بڑھ چلا تجکو معاملہ امارت قریش میں کیا دخل قریش کو اختیار ہے اپنے میں سے جسکو چاہیں خلیفہ بنائیں۔ سعد بن ابی وقاص نے عبدالرحمٰن کو آواز دی کہ قبل اسکے کہ لوگ آپسمیں مبتلائے فتنہ ہوں معاملہ کو ختم کرکے فراغ حاصل کرو۔ عبدالرحمٰن نے کہا میں نے غور کرلیا ہے اور مشورہ کرچکا ہوں تم لوگ جھگڑے میں نہ پڑو یہ کہنے کے بعد حضرت علیؑ کو بلایا اور اُن سے کہا خدا کو حاضر و ناظر جانکر عہد کرو کہ مطابق کتاب خدا اور سنت رسول خدا اور سیرت ابوبکر و عمر لازمی طور پر تم کاربند ہو گے۔ حضرت علی نے خدا و رسول کے احکام پر عمل کرنے کا تو اقرار کیا مگر ابوبکر و عمر کے طریقہ پر چلنے سے انکار کر دیا کہ تقلید کیسی میں خود مجتہد انہ اپنے مبلغ علم و طاقت کے موافق عمل کرونگا (بعدین خارجی ربیعہ بن ابی شداد الخثعمی نے بھی حضرت علیؑ کے آخر دور حکومت میں آپسے کوفہ میں کہا تھا کہ کتاب خدا و سنتِ رسول خدا اور سنت ابی بکر و عمر کے اتباع کا اقرار کرو تو میں تمہارے ہاتھ پر بیعت کروں آپنے اُس احمق سے فرمایا کہ بدبخت ابوبکر و عمر کتاب خدا و سنت رسول خُدا کے متبع نہ ہوں تو خود وہ دونوں باطل کی پیروی کرنے والوں میں شمار ہوں گے مگر اس فہمائش پر بھی وہ نہ مانا اور بیعت نہ کی لڑا اور

اور مارا گیا) پھر عبدالرحمن نے حضرت عثمان کو بلاکر یا دن سے بھی یہی تقریر
کی کہ مطابق قرآن وسنت وسیرت شیخین عمل کرنیکا عہد کرو حضرت عثمان نے
اقرار کرلیا، عبدالرحمن نے فوراً حضرت عثمان کے ہاتھ پر بیعت کرلی
حضرت علیؑ نے یہ دیکھکر فرمایا۔ عبدالرحمن تمنے بھی زمانہ کی طرح عثمان
ہی کو عطیہ دیا۔ یہ کچھ نیا دن نہیں ہے کہ تم لوگوں نے باہمد گر سازش کرکے
ہمپر چڑھائی کی ہو یہی ہوتا آیا ہے۔ فصبر جمیل واللہ المستعان
علے ما تصفون۔ بخدا تم نے آج عثمان کو اس نیت سے خلیفہ بنایا ہی
کہ کل وہ تم کو خلیفہ مقرر کرینگے مگر تمھیں کیا علم کہ کل اقتضائے مشیت
الہی کیا ہو۔ کل یوم ھو فی شان۔ عبدالرحمن نے کہا کہ علی اپنی جان
کو جھگڑے میں نہ ڈالو میں غور کرچکا ہوں اور لوگوں سے مشورہ لے چکا
ہوں۔ لوگ عثمان کے سوا دوسرے کو نہیں چاہتے۔ حضرت علی یہ کہتے
ہوئے سیبلغ الکتاب اجلہ[۱] اس جگہ سے ہٹ آئے۔ مگر مقداد
نے کہا اے عبدالرحمن خدا کی قسم تونے اوس شخص کو چھوڑ دیا جو الذین
یقضون بالحق وبہ یعدلون کا مصداق ہے۔ جس کے احکام ہمیشہ
حق اور عدل پر مبنی ہوتے ہیں۔ عبدالرحمن نے کہا واللہ میں نے مسلمانوں
کے حق میں بہت کوشش کی ہے۔ مقداد نے کہا کہ اگر خالصاً لوجہ اللہ

---

[۱] نوشتۂ تقدیر ہو کر رہیگا۔

اور نیت صافی سے سعی کی ہے تو منجانب اللہ تم ثواب محسنین کے مستحق ہوگے
اور اسی تقریر کے ساتھ مقداد نے یہ حسرت خیز الفاظ اپنی زبان پر جاری
کئے "میں نے کسی خاندان پر وہ مصیبتیں پڑتے نہیں دیکھیں جو رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آنحضرت کے خاندان پر پڑیں۔ مجکو قریش پر تعجب ہے
کہ ان لوگوں نے ایسے شخص کو چھوڑ دیا کہ جو باعتبار علم و عدل سب سے افضل
ہے۔ کاش مجھے اس معاملہ میں ناصر و مددگار ملجاتے تو بخدا جو کچھ میں کرتا
اُسکو تم لوگ دیکھتے۔ عبدالرحمن نے کہا مقداد خدا سے ڈرو مجھے خوف ہی
کہ کہیں تم پر فتنہ و فساد نہ اُٹھ کھڑا ہو۔ کسی نے مجلس شوری کے ایک گوشہ
سے مقداد پر تحسین و آفرین کی اور پکار کر کہا رحمك الله من اهل هذا
البیت ومن هذا الرجل۔ مقداد اس رفاقت اہل بیت و محبت علی
کا خدا تمھیں اجر دے۔ حضرت علی نے فرمایا لوگوں کی نظریں قریش کی
طرف ہیں اور قریش اپنی فکر میں لگے ہیں اور آپسمیں کہہ سن لیا ہو کہ اگر بنی ہاشم
میں سے کوئی خلیفہ ہونے پایا تو پھر کبھی حکومت اون کے خاندان سے باہر
نہ جائیگی اور اگر ما دراے بنی ہاشم قریش میں سے جس گھرانے میں بھی
حکومت ہوجائیگی تو پھر ہم آپسمیں باری باری اُس سے فائدہ اوٹھاتے رہینگے
المختصر عثمان خلیفہ ہوئے چند روز کم بارہ برس حکمراں رہے اور ۳۵ھ

[1] یہ کل واقعات طبری ج ۵ مین صفحہ ۳ لغایت صفحہ ۳۸ تک قصہ شوری کے ماتحت درج ہیں

میں دنیا سے انتقال کیا۔

اب میں اندازِ حکومت کی تحقیق شروع کرتا ہوں کہ خلفاء کا اندازِ حکومت کیا تھا اور کن اصول پر مبنی تھا۔ اس سلسلہ میں ہر دورِ خلافت کے کچھ واقعات بقدرِ ضرورت میں نقل کروں گا۔ اُمید ہے کہ ان واقعات سے بآسانی اندازِ حکومت کا پتہ چل جائیگا۔ اِن واقعات کے نقل میں بھی اِسی التزام کو میں قائم رکھونگا جو اب تک قائم ہے اور بدستور تاریخ کبیر طبری ہی کو ماخذ معین کئے رہونگا۔ کل الصید فی جوف الفرا۔

بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوسرے ہی دن جو خطبہ حضرت ابوبکر نے مجمع اہل اسلام میں ارشاد کیا وہ نہایت معنی خیز ہے۔ آپنے حاضرین کو مخاطب کرکے فرمایا کہ میں بھی بس ایک شخص مثل تمھارے ہوں اسلئے میں یہ نہیں خیال کرتا کہ شاید تم لوگ مجھے کسی ایسے امر کی تکلیف دو جسکو رسول اللہ ہی کر سکتے تھے۔ خدا نے اونکو تمام عالم میں سے برگزیدہ کیا تھا اور تمام آفات سے بچایا تھا۔ میں متبع ہوں مبتدع نہیں ہوں۔ یعنی میرا کام صرف اتباع و پیروی شارع ہے۔ اپنے ہوائے نفس سے کچھ نیا طرزِ عمل اختیار کرنے کا یا کوئی قانون ایجاد کرنے کا مجھے کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ پس اگر میں سیدھا سیدھا راہ راست پر چلوں تو تم میری متابعت کرو اور اگر کجی اختیار کروں تو مجھے راستی پر لاؤ۔

یہ تم جانتے ہو کہ رسول اللہ اتنے دنوں تک تم میں رہے اور پھر وفات پائی
مگر خفیف سے خفیف بھی کسی کو ناواجب اذیت پہونچانے کا مظلمہ آپکے
ذمہ عائد نہ ہوسکا اور ہر الزام سے آپ بری الذمہ رہے۔ لیکن تمکو آگاہ
رہنا چاہئے کہ میری حالت یہ ہے کہ شیطان پیچھے لگا ہوا ہے اور مجھپر وہ قابو
پا جاتا ہے اسلئے جب مجھے اثر شیطان سے متاثر پانا تو مجھسے پرہیز کرنا اور
دور رہنا۔[۱] اسکے علاوہ بھی حضرت ابوبکر نے اس وقتمیں بہت کچھ اہل اسلام
کی رضاجوئی میں کوشش کی مثلاً یہ کہ ہمیشہ آپکا دستور تھا کہ محلہ والوں کی
بکریوں کا دودھ دوھ دیا کرتے تھے جب خلیفہ ہوئے تو ہمسایہ کی کسی لڑکی
نے کہا لو اب کاہے کو ہماری بکریاں دوہیں گے اب تو وہ خلیفہ ہوگئے آپنے

---

[۱] یا ایھا الناس انا مثلکم وانی لا ادری لعلکم ستکلفونی ما کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یطیق ان اللہ اصطفی محمدا علے العالمین وعصمہ من الآفات وانما انا متبع ولست بمبتدع فان استقمت فتابعونی وان زغت فقومونی وان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قبض ولیس احد من ھذہ الامۃ یطلبہ بمظلمۃ ضربۃ سوط فما دونھا الا وان لی شیطانا یعترینی فاذا اتانی فاجتنبونی۔ الخ

طبری ج ۳ صہ ۲۱۱ ۱۱ھ

جب یہ سنا تو فرمایا نہیں اُسی طرح خدمتگزار رہونگا۔ ابتدا ابتدا میں آپ
با وجود کار خلافت بازار میں مال تجارت کی گٹھری لاد کر بھی لیجاتے تھے
اور روزی حاصل کرتے تھے چند روز کے بعد بعض خوشامدیوں نے کہا کہ
اب تو یہ زیبا نہیں معلوم ہوتا آپ نے نہایت مسکینی سے کہا کہ پھر کھاؤں کیا چنانچہ
بیت المال سے آپ کا وظیفہ مقرر ہو گیا اور اُس بار سے سبکدوش
ہو گئے۔ چھ ہزار درہم سالانہ وظیفہ پانے لگے۔

حضرت ابوبکر کا یہ پہلا خطبہ جو نقل کیا گیا اسکے مطالب عالیہ کو
ذہن نشین کیے ہوئے واقعات دور خلافت پر نظر تدبر لازم ہے۔

رسول اللہؐ نے اپنے آزاد شدہ غلام زادہ اسامہ بن زید کو اکثر
مہاجرین وانصار پر جنمیں حضرت ابوبکر و عمر بھی تھے امیر مقرر فرما کر حکم دیا تھا
کہ اس لشکر کے ساتھ نواح فلسطین میں گشت لگائیں۔ لشکر میں جو نمودار
لوگ داخل کئے گئے تھے وہ اسامہ کی امیری سے کچھ کنمنائے مگر آنحضرت
نے نہیں مانا اور اصرار کیا تھا باوجود اسکے کہ آپ مبتلاے مرض الموت
تھے برابر جیش اسامہ کی روانگی کے متعلق تاکید فرماتے رہے[۱] لیکن آنحضرت
کی زندگی میں روانگی جیش اسامہ وقوع میں نہ آئی۔ جب حضرت ابوبکر خلیفہ
ہوئے تو آپ نے سب کاموں سے پہلے روانگی لشکر اسامہ کا حکم دیا۔ مگر

۱ - طبری ج ۳ ص ۱۸۸

سوءِ اتفاق سے اسوقت یہ حالت پیدا ہوگئی تھی کہ کلاًّ یا جزءً ہر ایک قبیلہ میں عرب میں وہ برہمی پھیل گئی جسکو ارتداد سے تعبیر کیا گیا اور منافق کھل کھیلے آنحضرت کی وفات اور دشمنوں کی کثرت اور اپنی قلت کیوجہ سے مسلمان یوں پریشان تھے جیسے برسات کی اندھیاری راتوں میں بھیڑ ونکا گلہ متوحش ہو۔ اسحالت کو دیکھتے ہوئے لوگوں نے حضرت ابوبکر سے کہا کہ لشکر اسامہ میں تمام چیدہ چیدہ مسلمان ہیں آپ ان کو ایسے نازک وقتمیں باہر بھیجے دیتے ہیں۔ عرب کی یہ حالت ہے کہ آپ سے قطع تعلق کر بیٹھے مناسب نہیں ہے کہ یہ جماعت اہل اسلام یعنی جیش اسامہ آپکے پاس سے ہٹے۔ حضرت ابوبکر نے قسم کھا کر کہا کہ اگر مجھے یہ بھی گمان ہو کہ درندے مجھے اوچک لے جائیں گے تو بھی اوسی طرح جس طرح رسول اللہ کا حکم ہے اس لشکر کو بھیجنے سے باز نہ رہونگا۔

حضرت عمر نے عرض کیا کہ انصار کہتے ہیں کہ اسامہ کی جگہ کسی مرد سن رسیدہ کو مقرر فرما دیجئے یہ سنتے ہی حضرت ابوبکر بے تحاشا بڑھے اور حضرت عمر کی ڈاڑھی پکڑلی اور فرمایا ابن خطاب تیری ماں تیرے غم میں روئے مجھے رائے دیتا ہے کہ رسول اللہ کے مقرر کئے ہوئے امیر کو معزول کردوں[سلہ] الحاصل لشکر اسامہ روانہ ہوا اور حضرت ابوبکر

[سلہ] طبری ج ۴ ص ۲۱۲

بطریق مشایعت ساتھ ساتھ پیادہ پا چلے اور آپ کا کوتل مرکب عبد الرحمن بن عوف لئے ہوئے ہمراہ رہے۔ اسامہ نے کہا سوار ہو لیجئے حضرت ابو بکر نے فرمایا کہ چاہتا ہوں راہ خدا میں پیادہ چلکر اجر حاصل کروں پھر اسامہ سے یہ التجا کی کہ اگر عمر کو میرے پاس چھوڑ جانے سے میری مدد کرنا مناسب سمجھو تو چھوڑتے جاؤ اسامہ نے منظور کیا اور حضرت ابو بکر کے ساتھ حضرت عمر نے بھی حد ترخص سے مراجعت فرمائی۔ اور داخل مدینہ ہوئے اودھر جیش اسامہ رہگرای منزل مقصود ہوا۔[1]

یہ پہلا واقعہ دور خلافت کا ہے اور بادی النظر میں اسکی دلیل ہے کہ حضرت ابو بکر اتباع شارع علیہ السلام کو بلا قید مصلحت وقت یکساں واجب جانتے تھے اور جو کوئی اون کے اس خیال کے خلاف ذرا بھی دم مارتا تھا وہ کیسا ہی رفیق کیوں نہو اوس سے نہایت درشتی سے پیش آتے تھے۔ لیکن خود بھی حسب الحکم رسول اللہ داخل جیش اسامہ تھے کیوں باختیار خود رہ گئے اور لشکر کے ساتھ تشریف نہ لیگئے اور حضرت عمر کو خلاف حکم رسول اللہ کے اسامہ سے کیوں مانگ لیا یہ سب پھر وہی استبدادی رنگ ہے۔

بعد روانگی جیش اسامہ حضرت ابو بکر مشکلوں اور پریشانیوں میں گھر گئے بیان کیا گیا ہے کہ قبائل اسد وطی اور غطفان بسرگردہی طلیحہ مجتمع ہوئے

[1] طبری ج۴ ص ۲۱۲

اور دو حصوں میں منقسم ہو کر ایک حصہ نے[1] بمقام ذی القصہ چھاؤنی ڈالی اور دوسرا حصہ بمقام ابرق اکر ٹھہرا اور انھوں نے وفود مدینہ میں بھیجے جو سربر آوردہ اشخاص کے یہاں مدینہ میں پہونچکر مہمان ہوئے۔ مگر عباس بن عبدالمطلب نے انمیں سے کسی کو اپنا مہمان نہ بنایا۔ خیر پھر یہ ہوا کہ میزبانوں نے انہیں حضرت ابوبکر کے پاس لیجاکر یہ مسئلہ پیش کیا کہ یہ لوگ فرض نماز ادا کرنے کے سوا فرض زکاۃ ادا کرنے پر راضی نہیں ہیں حضرت ابوبکر نے اسکے جواب میں فرمایا کہ اگر یہ لوگ اونٹ کے پاؤں کی رسی بھی مجھے دینے سے انکار کریں گے تو انپر جہاد کرونگا۔ وہ لوگ یہ جواب صاف سنکر اپنے اپنے مقام کو روانہ ہو گئے اور اپنے قبیلہ والوں سے یہ ماجرا جاکر بیان کیا اور یہ بھی خبر دی کہ مدینہ میں مسلمانوں کی بہت ہی کم جمعیت ہے جس سے اون لوگوں کی جرأتیں بڑھگئیں[1]۔ جو مسلمان مدینہ میں مختلف محلوں میں رہتے تھے حضرت ابوبکر نے بخوف دشمن انکو مسجد نبوی میں مجتمع رکھنا تجویز کیا۔ اور علی و طلحہ و عبداللہ بن مسعود آبادی مدینہ کے ناکوں پر حفاظت کے لئے گئے۔ وفود کو رخصت ہوئے تین دن گذرے تھے کہ شب کے وقت دشمن مدینہ پر چڑھ آئے۔ محافظین نے فوراً اطلاع دی۔ حضرت ابوبکر نے جواب میں کہلا بھیجا کہ تم سب اپنی اپنی جگہ پر قائم رہو۔ خود اہل مسجد کو ہمراہ لیا اور اونٹوں

[1] طبری ج ۳ ص ۱۸۷۲ و ص ۲۲۲

پر سوار ہوکر دشمن کیطرف روانہ ہوئے - حریف ہاں سے ناکہ بندی دیکھکر پہلے ہی چل کھڑے ہوئے تھے - حضرت ابو بجیر نے تعاقب کیا - یکایک دشمنوں کی ایک جماعت نے کمینگاہ سے نکل کر یہ عجیب حرکت کی کہ مشکوں میں پہلے سے ہوا بھر رکھی تھی تعاقب کنندہ شتر سواروں کے مقابل پہونچکر ان مشکوں کو پاؤں سے دبانا شروع کیا اور ان سے بھیانک صدائیں نکلنا شروع ہوئیں اونٹ بھڑکے اور سواروں کو لیکر مدینہ کیطرف ایسا بھاگے کہ روکے نہ رکے مگر خیریت یہ گذری کہ کوئی سوار گرنے نہ پایا اور کسینے کوئی چوٹ نہ کھائی - دشمنوں کے گروہ میں سے دریدہ دہن حطیل بن اوس نے اس واقعہ پر مضحکہ اوڑایا اور اشعار کہے جنمیں سے بعض اشعار کا محصل مضمون یہ ہے - بنی ذبیان کی اوس شب کی کارگذاری پر جس شب ابو بجیر حملہ آور ہوئے میرا ناقہ و زین قربان ہو - پھر عجیب و غریب مقابلہ در و گردانی کا ذکر کرکے کہتا ہے - ہم رسول اللہ کے فرمان پذیر رہے جبتک وہ ہم میں رہے - اب بندگان خدا کو ابو بجیر سے کیا واسطہ ہے - کیا یہ بھی غضب ہوگا کہ ابو بجیر کے مرنے کے بعد بجیر کا ہمکو موروثی مملوک بننا پڑیگا - ایسا ہوا تو خدا کی قسم ہماری کمر ہی ٹوٹ جائے گی -

غرضکہ اس واقعہ سے حریفوں کے دل بڑھ گئے اور انھوں نے ذی القصہ کی چھاونی میں اپنی اس کارروائی کی خبر پہونچا دی یہاں دوسرے ہی رنگ

حضرت ابوبکر ترتیب کیساتھ جمعیت اہل مدینہ کو لیکر نکلے میمنہ پر نعمان بن
مقرن کو اور میسرہ پر عبداللہ بن مقرن کو اور ساقہ پر سوید بن مقرن کو افسر
مقرر کرکے دشمنوں پر دھاوا کیا اور اونکو ذی القصہ وابرق وربذہ سے
نکالدیا۔ اور وہ لوگ طلیحہ سے جو بزاخہ میں تھا جا ملے[۵۱]

اب یہ ہوا کہ فی الجملہ کچھ مال صدقات اطراف سے دار الخلافۃ میں
آنے لگا اور کچھ اوپر دو مہینے سفر میں رہنے کے بعد جیش اسامہ بھی مدینہ
میں واپس آیا۔ اور چندے اس لشکر کو رفع تکان سفر کا موقع دیا گیا[۵۲]۔ اس
دو ماہ میں مدینہ میں چند ہولناک واقعات پیش آئے۔ از انجملہ زیادہ خوفناک
یہ واقعہ تھا کہ ابوسفیان جو قریش میں مشہور باثر شیخ تھے وارد مدینہ ہوئے
اور اُنھوں نے حضرت ابوبکر کی خلافت سے اظہار نفرت میں بہت سی درشت
کلامیاں کیں۔ حتیٰ کہ کہا "مالنا ولابی الفصیل" اور حضرت علی سے
کہا "اباحسن ابسط یدك حتی ابایعك ۔ واللہ لئن شئت لاملأنها
علیہ خیلا ورجالا۔"
ابوالحسن ہاتھ بڑھاؤ تاکہ تم سے بیعت کروں۔ بخدا اگر چاہو تو مدینہ کو سواروں
اور پیادوں سے پُر کردوں گا۔ نزاجرہ علیؑ وقال انك واللہ ما اردت

[۵۱] طبری ج ۳ صـ ۲۲۳ صـ ۲۲۴ صـ ۲۲۵ [۵۲] طبری ج ۳ صـ ۲۲۵

بھذا الا الفتنۃ وانک واللہ طال ما بغیت علی الاسلام شرا لا حاجۃ لی فی نصیحتک ۔ مگر حضرت علی نے ابوسفیان کو جھڑک دیا اور فرمایا واللہ سوا فتنہ برپا کرنے کے اس سے اور کچھ تمہارا مقصود نہیں ہے اور اسیطرح اسلام پر ہمیشہ تم شرانگیزی کی تاک میں رہے ہو۔ مجھے تمہاری رفاقت وخیر خواہی کی کوئی حاجت نہیں ہے[۱] ۔ ادہر حضرت علی کیطرف سے یہ جواب صاف ملا ادھر حضرت ابوبکر کی طرف سے یہ پیغام پہونچا کہ تمہارے فرزند کو والی بنا دیا گیا ابوسفیان راضی ہوگئے مفصل ذکر کہ ابوسفیان کے کونسے فرزند اور کہاں کے والی وامیر مقرر کئے گئے ابھی ترتیباً ایک دو صفحہ کے بعد آئیگا۔

مثل اس واقعہ کے ایک دوسرا واقعہ خالد بن سعید بن العاص کا پیش آیا یہ بزرگ یمن میں آنحضرتؐ کے وقت سے عامل صدقات تھے۔ آنحضرتؐ کے بعد ابوبکر خلیفہ ہوئے مگر خالد بن سعید کچھ خبر نہ ہوئے اور کہیں ایک ماہ گذرنے کے بعد مدینہ میں آئے۔ اتفاق سے حضرت علی اور حضرت عمر ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے کہ خالد وہاں دیبا کا جبہ پہنے ہوئے پہونچے۔ حضرت عمر نے یہ دیکھتے ہی اپنے پاس والوں کو للکارا کہ اس جبہ کو پھاڑ ڈالو یہ مسلمان مردوں کا لباس نہیں۔ چنانچہ لوگ جھپٹ گئے اور جبہ نوچ کر پھینکدیا۔ خالد یہ رنگ دیکھکر

---

[۱] طبری ج ۳ صفحہ ۲۰۲ وصفحہ ۲۰۳ ۔ [۲] طبری ج ۳ صفحہ ۲۶۳

حضرت عمر سے تو کچھ نہ بولے مگر حضرت علی سے کہا۔ ابو الحسن کیا تم کو اور بنی عبدمناف کو مغلوب کر کے لوگ حکومت پر متصرف ہو گئے۔ حضرت علی نے فرمایا آخر تم کیا دیکھ رہے ہو یہ حکومت تغلبی ہے یا خلافت۔ خالد نے کہا اے بنی عبدمناف خلافت و حکومت کیلئے تم ہی اولی ہو۔ قبل اسکے کہ حضرت علی اس کا کچھ جواب خالد کو دیں حضرت عمر خالد سے کہنے لگے خدا تیرے منھ کو پھلے۔ ہمیشہ کا جھوٹا۔ جھوٹ بک رہا ہے اور اپنی جان کو مبتلائے ضرر کر رہا ہے بعد ازاں حضرت عمر نے یہ تمام قصہ حضرت ابوبکر سے دہرایا روایت میں کچھ مذکور نہیں ہے کہ انہوں نے کیا جواب دیا۔ بعد چندے جب حضرت ابوبکر نے خالد کو ایک لشکر پر امیر مقرر فرمایا تو حضرت عمر نے سخت مخالفت کی اور وہ سب واقعہ یاد دلایا لیکن حضرت ابوبکر نے عمر کا کہنا نہ مانا اُسوقت مقرر کر ہی دیا[1] پھر جب کچھ زمانہ قیام خلافت کو گذر چکا تو معزول کر دیا اور چندروزہ معزولی کے بعد پھر مامور فرمایا۔ اسی زمانہ اغاز دور خلافت میں مثل ان دو واقعات کے یہ تیسرا واقعہ پیش آیا کہ عمرو بن العاص نواح عمان سے مراجعت کر کے وارد مدینہ ہوئے۔ یہ آنحضرت کے آخر زمانہ حیات میں وہاں عامل صدقات مقرر ہو کر بھیجے گئے تھے۔ بعد وفات آنحضرت قبائل عرب کی برہمی دیکھکر مدینہ میں چلے آئے۔ اہل مدینہ نے

---

[1] طبری ج ۴ صفحہ ۲۲

ان سے پوچھا کہ راہ میں عرب کو کس حال میں پایا اُنھوں نے بیان کیا کہ
دبا سے لیکر یہاں تک چھاونیاں پڑی ہوئی ہیں۔ لوگوں میں جا بجا اسکا
چرچا پھیلا۔ حضرت عمر[۱] خود ابن العاص کے سلام کو آئے اور بعد سلام و
کلام حضرت ابوبکر کے پاس واپس گئے روایت میں کچھ نہیں بیان ہوا ہے
کہ حضرت عمر سے اور عمرو بن العاص سے کیا بات چیت ہوئی لیکن ابن
العاص کی خودداری قابل نظر ہے کہ سفر دور و دراز سے آئے تھے اور
ایسے ایسے ضروری اخبار لائے تھے پھر بھی خلیفہ وقت سے نہ ملے حتیٰ کہ خود
حضرت عمر کو اونسے ملنے جانا پڑا۔ اور اسپر بھی ابن العاص حضرت عمر
کیساتھ حاضر دربار خلافت نہ ہوئے مگر بعد کے واقعات میں چونکہ مذکور
ہے کہ عمرو بن العاص نہایت تواضع و تکریم سے بہت جلد پھر عمان کیطرف
بھیجدئے گئے اور وہاں اونکی دربار خلافت سے کما ینبغی دلجوئی ہوتی رہی
اس سے معلوم ہوا کہ وہ رضامند کرلئے گئے۔ اسی زمانہ پرشور میں یہ تفرقہ
انداز واقعہ بھی پیش آیا کہ قریہ فدک جو بغیر سعی مجاہدین رسول اللہ کو ملا تھا
اُسپر حضرت ابوبکر نے قبضہ کرلیا رسول اللہ کی بیٹی فاطمہ زہرا نے بہت کچھ
فریاد کی لیکن حضرت ابوبکر نے قبضہ نہ اُٹھانا تھا نہ اُٹھایا اس محرومی سے

---

[۱] - واقبل عمر بن الخطاب یرید التسلیم علی عمرو × × × × فسلم
علیہ ثم انصرف الی ابی بکر۔ طبری ق ۱ سنہ ۱۱ھ ج ۲ صفحہ ۹

جناب فاطمہ زہرا اس درجہ متاثر ہوئیں کہ باوجود اسکے کہ حضرت ابوبکر سوتیلے نانا اور بڑے بوڑھے تھے اُن سے کلام کرنا ترک کر دیا[۵۱]۔ اور اسی رنج و قلق کی حالت میں یہ پر درد جملے بیساختہ زبان پر آگئے۔

[۵۲]

صبت علیّ مصائب لو انھا　　صبت علی الایام صرن لیالیا

یعنی باپ کا سایہ عاطفت سر سے اُٹھ جانا۔ شوہر کا ہجوم مخالفت سے تنگ آکر خانہ نشین ہو جانا۔ آزوقہ کا ضبط ہوکر ناداری و بیکسی کی حالت میں مبتلا ہونا۔ اور بیعت لینے کیلئے آئے دن گھر پر چڑھائیوں سے دن اندھیاروں کا ہونا یہ ایسی مصیبتیں یک لخت مجھ پر پڑیں کہ اگر فی المثل روز روشن پر پڑتیں تو وہ شب تار ہو جاتے۔

ہر وہ شخص جسمیں انسانیت کی کچھ بھی جھلک ہے یقیناً اس قدسی صفات بی بی کے حزن سے دردمند ہے مگر کچھ ایسے بھی لوگ ہیں جو پہلو میں دل کی جگہ پتھر دہرے ہوئے ہیں۔ اور اشاروں اور کنایوں ہی میں سہی شماتت سے باز نہیں آتے۔ مثلاً ابن تیمیہ حرانی کے شاگرد حافظ ابن قیمؒ یوں زخم پر نمک چھڑکتے ہیں کہ واللہ اعلم اہل بیت سے بعدِ رسول اللہ حکومت نکل جانے اور علی کے فرمانروا نہ ہونے بلکہ ابوبکر و عمر و عثمان کے خلیفہ بنجانے میں یہ راز ہے کہ مبادا اہل باطل کو یہ خیال و شبہہ نہ ہو جائے کہ رسالت

---

[۵۱] ج ۳ ص ۲۰۲ [۵۲] مدارج النبوۃ۔

کا بہانا تھا مگر تھی سلطنت کہ گھر والے ہی ملک کے وارث ہوئے۔[۵۱]

اور شاہ ولی اللہ دہلوی اپنی عادت کے موافق بیباکانہ درشت کلامی سے یوں داد دل شکنی دیتے ہیں کہ در عنایت اولی مقرر بود کہ ہیچگاہ حضرت مرتضیٰ و اولاد او تا دامان قیامت منصور شوند × × × × × وہر کہ دعوت بخود کند و سر بقتال برآرد مخذول و مقتول گردد[۵۲]

اسرار قضا و قدر پر مطلع ہونا اور لوح محفوظ کا پڑھنا تو معلوم مگر دیکھنا یہ ہے کہ انداز شماتت کسقدر بیباکانہ ہے۔ خفاش کیطرح آفتاب سے گریز اور اہلبیت سے ستیز چنداں مستبعد و در خور ملامت نہ سہی یہاں تو دل کا غبار ایسا نکالا کہ تا دامن جلال جہاں آفریں رسید۔ یعنی خدا ہی نے مقرر کردیا تھا کہ بنت رسول فدک۔ علی حکومت نہ پائیں حسنؑ کو زہر دیں حسینؑ کو پیاسا ذبح کریں۔ سقیفہ پرداز بے خطا۔ جعدہ اور اُسکے ہمرہی بے قصور یزید شراب خوار بیجرم اور اُسکے اعوان و انصار بیگناہ۔ اہل بیت پر یہ عنایت کیوں اور قریش پر یہ شفقت کسلئے کہ وہ تا دامان قیامت مخذول و مقتول ہوتے رہیں اور یہ نشان فتح کا پرچم اوڑاتے میدان حشر تک جائیں۔ یہ کچھہ نہ لوح محفوظ میں پڑھا گیا نہ الہام ہوا خیر کشف و کرامات کو اسی جگہ چھوڑیئے روایت و درایت کو لیجئے زمانہ حال کے مشہور و معروف مورخ

---

[۵۱] کحل الکرامت نوب صدیق حسنخان ... [۵۲] ازالۃ الخفا

جناب شبلی نعمانی تک پر ثابت ہو چکا ہے[1] کہ یہ عقیدہ کہ جو کچھ ہوتا ہے خدا کے حکم سے ہوتا ہے اور انسان بمنزلہ شمشیر قاتل صرف ایک آلہ کار کی حیثیت رکھتا ہے ظالموں کے ایما سے ایجاد کیا گیا ہے میرے نزدیک ظالم دشمنان اسلام نے چہ خوش بود کہ برآید بیک کرشمہ دو کار کی رعایت بھی ملحوظ رکھی ہے ایک یہ کہ مسلمان بدنام ہوں کہ وہ ایسے خدا کی پرستش کرتے ہیں جس سے افعال قبیحہ سرزد ہوتے ہیں اور پھر یہ ظلم بھی کرتا ہے کہ اُن افعال کو اوروں کے سر تھوپ کے اسکو خود ہی سزا بھی دیتا ہے۔

دوسرے یہ کہ اہلبیت نبوی پر ظلم کئے گئے اور اس جور و ستم سے مسلمانوں کے دلوں میں ظالموں کی طرف سے نفرت پیدا ہوگئی ہے اس فریب سے وہ نفرت دلوں سے دور ہو جائے اور ظالموں کو مطمئن ہو کر حکمرانی نصیب ہو۔ ابن تیمیہ وغیرہ کے خوشہ چین کبھی یہ قدر بدتر از گناہ بھی پیش کرتے ہیں کہ رسول اللہ کا فیض عام ہونا چاہئے یہ منصب رسالت کی شان نہیں ہے کہ فدک بیٹی کیلئے خاص کر دیں۔ مگر یہ کہنے والوں کو ادھر نظر نہیں کہ رسول اللہ نے بقول حضرت ابوبکر الائمۃ من قریش فرما کر خلافت یعنی ساری دنیا کی دولت و حکومت اپنی ہی قبیلہ والوں کیلئے دامان قیامت تک خاص کر دی اور روئے زمین کے تمام مسلمانوں کو اس سے محروم کر دیا۔ زکاۃ و صدقات کی

[1] شعر العجم جلد ۴ ۔

آمدنی تو پہلے ہی اہل بیت پر حرام کردی تھی رہا خراج ملک و خمس سب پر حتیٰ کہ فدک پر قریش نے قبضہ کرلیا اور عام مسلمانوں کی وجہ معیشت رقم صدقات ٹھہر گئی بس اب اہلبیت ہے اور عالم بیکسی

ایک سید صاحب[1] فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان تو کہیں اس سے اعلیٰ و ارفع ہے دنیا میں کوئی دانا و مدبر بھی ایسا نہیں کرتا کہ جن لوگوں کے پیارے قرابتداروں اور نامور سرداروں کو اُسنے قتل کیا ہو اور انتقامی جذبات سے جنکے دل پر ہوں اون دشمنوں کو پوری مالی و ملکی قوت دے دے اور اُن کے بیچ میں اپنی اکلوتی بیٹی اور ننھے ننھے نواسوں کو اس حالت میں کہ نان شبینہ کو محتاج ہوں چھوڑ کر خود ہمیشہ کیلئے دنیا سے رحلت کرجائے۔ گویا دشمنوں سے کہہ جائے کہ ہاں لو یہ تمہارا شکار ہیں۔ تمام گریز کی راہیں بند ہیں اور نہ انہیں ہاتھ پاؤں ہلانے کی طاقت ہے۔

جب سفر فلسطین سے واپس آنے کے بعد کچھ دنوں تک جیش اسامہ آرام کرچکا اور علاوہ اس لشکر کے کسیقدر اور سپاہ بھی عمرو بن العاص وغیرہ کی کوشش سے مہیا ہوگئی۔ اور قبائل عرب کی شورشیں زیادہ بڑھ رہی تو حضرت ابوبکر نے گیارہ امیر لشکر خالد بن الولید۔ عکرمہ بن ابی جہل۔

[1] ۔ یہ پرلطف تقریر ابن ابی الحدید نے پوری نقل کی ہے میں نے بعض جملوں کا اس جگہ ترجمہ لکھدیا ہے

مہاجر بن اُمیہ۔ خالد بن سعید بن العاص۔ عمرو بن العاص۔ حذیفہ بن المحصن۔ عرفجہ بن ہرثمہ۔ طریفہ بن عاجز۔ شرحبیل بن حسنہ۔ سوید بن مقرن۔ علاء الحضرمی مقرر کئے اور اونکو موجودہ فوج کا ایک ایک حصہ دیکر سرکش عربوں کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا [۱]

اِن اُمرا میں ایک بھی اون بزرگان مہاجرین و انصار میں سے نہیں ہے جو حضرات جماعت سابقین اہل اسلام میں شمار ہوتے ہیں اور باعتبار اپنے فضائل و مآثر کے طبقہ صحابہ میں محترم تصور کئے جاتے ہیں۔ بلکہ اِن امیروں میں بیشتر وہی لوگ ہیں کہ جب خوب اسلام شایع ہو چکا تھا اور اوسکا غلبہ عرب نے تسلیم کر لیا تھا تو یہ لوگ اسوقت دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ خیر لڑائیاں ہوئیں اور آخر نتیجہ یہ ظاہر ہوا کہ آغاز سنہ ۱۲ھ میں قریب قریب قبائل مغلوب ہو گئے اور خالد بن الولید بعد ختم جنگ یمامہ اُدھر سے اُدھر ہی بڑھ کر عراق عرب پر حملہ آور ہوئے۔ یہ سرسبز و شاداب خطہ دولت ایران کے زیر نگین تھا۔ جابجا اون قبائل عرب جو عراق میں آباد تھے اور اِن کے سوا اون عمال دولت ایران سے جو اس ملک میں حکمراں تھے۔ خالد بن الولید نے مردانہ معرکہ آرائیاں کیں۔ اور ہر معرکہ میں غالب رہے۔ ہر جنگ

---

[۱] طبری جلد ۲ صفحہ ۲۲۵

کو سر کرنے کے بعد خالد کو جو لوٹ میں ملا اُس مال و دولت کو دیکھ دیکھ کر لشکر خالد کی آنکھیں کھل گئیں۔ ہزار ہا برس کے جمع کئے ہوئے خزانۂ کسریٰ میں کیا نہ تھا۔ خالد نے بعد فتح و کبہ مال و جمالِ عجم کو دیکھکر جو خطبہ اپنے لشکر کو سنایا اُسوقت کی حالت پر مطلع ہونے کیلئے اوس خطبہ پر غور لازم ہے۔ فرماتے ہیں۔ کیا تم لوگ نہیں دیکھتے اس فراوانی رزق کو خدا کی قسم اگر یہ بھی نہوتا کہ جہاد و دعوت اسلام ہمیں لازم ہے اور صرف اکتساب معاش مقصود ہوتا تو بھی مقتضای عقل و رائے یہی تھا کہ ہم اس سرسبز و شاداب سرزمین پر متصرف ہوئے بغیر نہ رہتے اور گرسنگی و افلاس اونہی کو سونپ دیتے جو ہمارا ساتھ نہ دیکر خاک مذلت پر بیٹھ رہے ہیں۔" بظاہر یہ آخری فقرہ انہی بزرگانِ محترم پر تعریض ہے جو ابن ابی جہل و ابن العاص و خالد وغیرہ کے ماتحت ہوکر لڑنے نہیں آئے تھے۔ بہرکیف خوب مال غنیمت ہر موقع پر ملا اور خالد اپنے ہمراہیوں کو تقسیم کرتے رہے اور علی التواتر قافلہ در قافلہ خمس مالِ غنیمت دار الخلافہ میں بھیجتے رہے مفلوک عرب اس مال و منال کو دیکھکر ہر طرف سے ٹوٹ پڑے اور دار الخلافۃ میں بہت جلد ایک سیاہ کثیر

---

[1] قام خالد فی الناس خطیبًا یرغبھم فی بلاد العجم ویزھدھم من بلاد العرب وقال الاترون الی الطعام کرفغ التراب وباللہ لو لم یلزمنا الجہاد والدعاء الی اللہ عز وجل ولم یکن الا المعاش لکان الرای ان نقارع علی ھذا الریف حتی نکون اولی بہ ونولی الجوع والاقلال من تولاہ ممن اثاقل عما انتم علیہ

طبری صفحہ ۹ ج ۴ سنہ ۱۲

مجتمع ہو گئی۔ اب حضرت ابو بکر نے دوسری جانب ملک شام پر فوج کشی کا تہیہ کیا اور یزید بن ابی سفیان کو تقریبًا ستائیس ہزار لشکر پر امیر مقرر کر کے شام کی طرف روانہ کیا اور اس لشکر کے حصوں پر عمرو[۱] بن العاص۔ ولید بن عقبہ۔ معاویہ بن ابی سفیان۔ شرجیل بن حسنہ عکرمہ بن ابی جہل۔ عبیدہ بن الجراح کو سپہ سالار مقرر فرمایا۔ اور خالد بن الولید کو حکم بھیجا کہ فورًا عراق سے مہم شام کی کمک پر پہونچو چنانچہ وہ بھی تقریبًا چھ سات ہزار فوج کیساتھ یلغار کرتے ہوئے وہاں پہونچ گئے۔[۲] امیر الامرا یزید بن ابی سفیان کیساتھ سہیل بن عمرو اور اون کے اشباہ و اشمال شیوخ قریش مشیر تدبیر تھے سپاہ قیصر روم اور لشکر عرب سے ملک شام میں متعدد لڑائیاں ہوئیں اور بتدریج ملک شام کو آخر ۱۵ھ تک تمام فتح کر لیا اور شروع سے برابر ہر خطہ مفتوحہ زیر نگین خاندان ابی سفیان آتا رہا۔ اور یزید بن ابی سفیان بالاستقلال فرمانروا رہے ۱۸ھ میں یزید نے دنیا سے رحلت کی حضرت عمر نے اونکی جگہ اون کے بھائی معاویہ بن ابی سفیان کو والی دمشق تسلیم کر لیا۔[۳]

ابو سفیان و یزید و معاویہ و خالد بن الولید و عکرمہ بن ابی جہل و عمرو بن العاص وغیرہم نامور گروہ قریش جو آغاز دور خلافت سے ممالک محروسہ

---

[۱] طبری ج ۴ صفحہ ۲۳ [۲] طبری ج ۴ صفحہ ۳۰ [۳] طبری ج ۴ صفحہ ۲۰۲

اسلام میں با اقتدار و ذی اثر رہا او سوقت کے مشاہیر اہل اسلام ایک جدا گانہ گروہ تھا اور اس کے مقاصد بھی جدا تھے۔ پہلے ابوسفیان نے چاہا تھا کہ علیؑ بن ابی طالب کو اپنے مقاصد کے حصول کا ذریعہ بنائیں مگر علی علیہ السلام کی مدبری و انجام بینی پر آفرین کہ وہ فریب میں نہ آئے

میں اس موقع پر چند واقعات نقل کرتا ہوں جن سے اس گروہ کے مقاصد و خیالات کا اہل ہوش اندازہ کریں گے۔

حسب تجویز عمرو بن العاص جب سب کی فوجیں ہر طرف سے سمٹ کر یرموک میں مجتمع ہوئیں۔ تو ابوعبیدہ بن الجراح باوجود اپنے فضل و شرف کے عمرو بن العاص کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔ مگر عمرو بن العاص اور یزید بن ابوسفیان کبھی ابوعبیدہ کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے تھے

خالد بن الولید نے جنگ یرموک میں پہلے ہی دن تمام حضرت ابوبکر کے مقرر کئے ہوئے نظام کو توڑ دیا اور پوری فوج کی کمان اپنے ہاتھ میں لے لی کہ اب باری باری اسی طرح دیگر سپہ سالار کمان لینگے۔ اسپر عکرمہ بن ابی جہل نے خوش ہوکر یہ سرگرمی دکھائی کہ خیمہ خالد کے سامنے ڈٹ کر پکارا میں وہ ہوں کہ رسول اللہ کے مقابلہ میں ہر معرکہ میں لڑا۔ بھلا آج یہاں سے بھاگ جاؤنگا۔ کون ہے جو آج جنگ میں جان پر کھیل جانے کا مجھ سے عہد کرے۔ حارث بن ہشام و ضرار بن الازور وغیرہ چار سو شہسواروں نے

سلہ طبری ج ۴ صـ ۳۲

بیمان جانبازی کیا اور خیمہ خالد کے مقابل خوب جم کر لڑے یہان تک کہ سب
زخموں سے چور ہوگئے اور ضرار کے سوا کوئی جانبر نہ ہوا بعد ختم جنگ خالد جب
اُس مقام پر پہونچے عکرمہ اور اون کے فرزند عمر بن عکرمہ کو مجروح و نیم جان
پڑے ہوئے دیکھا بیٹھ گئے اور دونوں کے سر اپنے زانو پر اور پنڈلی پر رکھہ
کر غبار اون کے چہروں سے پونچھنے لگے اور اون دونوں کے منہ میں پانی
کے قطرے ٹپکاتے جاتے تھے۔ و یقول کلا زعم ابن الحنتمة انا لا
نستشھد۔ اور کہتے جاتے تھے کیوں حنتمہ کا بیٹا یہ زعم رکھتا تھا کہ ہمکو شہادت
نصیب نہ ہوگی [۵۳] (حنتمہ حضرت عمر کی والدہ کا نام ہے) چونکہ یہ گروہ عہد
رسالت میں قریب قریب اوسوقت دائرہ اسلام میں داخل ہوا تھا جب بظاہر
کوئی جہاد ہونے والا نہ تھا اسلیئے شاید کسی موقع پر حضرت عمر نے فرما دیا ہوگا
کہ یہ گروہ شرف جہاد و شہادت سے محروم رہیگا اوسی بنا پر خالد بن الولید
کے زبان سے اس ہجوم رنج و قلق میں یہ تعریفی فقرہ بیساختہ نکل گیا۔ ما
اضمر احد شیئا الا ظھر من فلتات لسانہ و صفحات وجھہ لہجہ و انداز
کلام سے مافی الضمیر کا پتہ چل جاتا ہے اور باطن کا حال چہرہ سے نمایاں
ہوجاتا ہے۔ اوّل اوّل مدتوں تک یہ گروہ اپنے مقاصد کو مصلحت چھپائے
رہا مگر رفتہ رفتہ گفتار و کردار سے راز فاش ہوتے رہے اور اس لئے

---

[۵۳] طبری ج ۴ صفحہ ۳۶

حضرت علی کو اپنے دور خلافت میں اس گروہ کے اصلی حال بیان کرنیکا خوب کافی موقع ملگیا۔

واقعات جنگ صفین میں مذکور ہے کہ حبیب بن مسلمہ اور شرجبیل بن السمط سفیران معاویہ سے مخاطب ہوکر حضرت علیؑ نے فرمایا[1]۔ معاویہ و ابوسفیان وغیرہ جنکو رسول اللہ نے بروز فتح مکہ رعایۃً ازاد کردیا تھا یہ گروہ اُن گروہوں میں سے ایک گروہ ہے جو ہمیشہ سے خدا و رسول خدا اور مسلمانوں کے دشمن ہیں معاویہ اور اون کے باپ بطوع و رغبت دائرہ اسلام میں نہیں داخل ہوئے بلکہ مجبور ہوکر بکراہت داخل ہوئے ہیں۔

علیٰ ہذا جنگ صفین میں جب عمرو بن العاص کی پرفریب تحریک سے لڑائی سے عاجز ہوکر لشکر معاویہ نے نیزوں پر قرآن بلند کئے تو حضرت علیؑ نے اپنے لشکر والوں سے فرمایا ہاں[2] اے بندگان خدا تم بدستور حق و صدق پر قائم رہو اور اپنے دشمنوں سے جہاد کرتے رہو کیونکہ معاویہ و عمرو بن العاص و ابن ابی معیط و ابن مسلمہ و ابن ابی سرح و ضحاک بن قیس ان میں سے کوئی

---

[1] طلیق ابن طلیق حزب من ہذہ الاحزاب لم یزل للّٰہ ولرسولہ وللمسلمین عدوا ہو وابوہ حتی دخلا فی الاسلام کارہین۔ طبری ص ۴ سنہ ۳۷ [2] عباد اللہ امضوا علی حقکم وصدقکم الی قتال عدوکم فان معاویۃ وعمرو بن العاص وابن ابی معیط وحبیب بن مسلمۃ وابن ابی سرح والضحاک بن قیس لیسوا باصحاب دین ولاقرآن انا اعرف بہم منکم قد صحبتہم اطفالا وصحبتہم رجالا فکانوا شر اطفال وشر رجال ویحکم انہم ما رفعوہا ثم لا یرفعونہا ولا یعلمون بما فیہا وما رفعوہا لکم الا خدیعۃ ووہنا ومکیدۃ طبری ص ۲۷ سنہ ۳۷

بھی دیندار اور متبع قرآن نہیں ہے میں تم سے زیادہ ان لوگوں کے احوال
سے واقف ہوں عمر بھر ان لوگوں کو دیکھا ہے کبھی زمانہ میں یہ لوگ شرارت
سے باز نہیں رہے۔ یہ لوگ بالکل احکام قرآن سے بیخبر ہیں اور جانتے تک
نہیں کہ قرآن میں کیا ہے۔ قرآن کو قرآن سمجھ کر نہ انہوں نے اوٹھایا ہے نہ
پھر کبھی اوٹھائینگے۔ صرف فریب و منافقیت و مکاری سے اسوقت قرآن
کو بلند کیا ہے۔

جنگ صفین کے بعد جب حکمین کے متعلق فریقین میں اقرارنامہ تحریر
ہونے لگا تو حسب دستور عنوان اقرارنامہ پر کاتب نے حضرت علیؑ کے
نام کے ساتھ لفظ امیرالمومنین بھی لکھا مگر عمرو بن العاص نے ٹوک دیا
کہ صرف نام لکھو امیرالمومنین نہ لکھو وہ تمہارے امیر ہیں ہمارے امیر نہیں
ہیں۔ احنف نے کہا کہ ہرگز لفظ امیرالمومنین حک نکیا جائے۔ دیر تک
بحث رہی حضرت علیؑ بھی لفظ امیرالمومنین کے مٹانے پر راضی نہ ہوئے۔
اشعث بن قیس حضرت ابوبکر کے بہنوئی نے کہا مٹا ڈالو خدا اسکو شگون نیک
کریگا چنانچہ لفظ امیرالمومنین محو کردیا گیا۔ اسوقت حضرت علی نے کہا اللہ اکبر
کیسی مطابقت و مماثلت قائم ہے جب حدیبیہ میں صلحنامہ تحریر ہونے لگا
میں کاتب رسول اللہ تھا رسول اللہ سے بھی انھوں نے کہا تھا کہ صرف
اپنا نام لکھوا اپنے نام کیساتھ لفظ رسول اللہ نہ لکھو کیونکہ ہم تمہارے رسول اللہ

ہونے کے متوہمین ہیں چنانچہ صرف آنحضرتؐ کا نام لکھا گیا تھا یہ سنکر عمرو بن العاص یوں اُٹھے سبحان اللہ ہم مومنوں کو یوں کفار سے تشبیہ دیجاتی ہے حضرت علیؑ نے فرمایا اے زادہ نابغہ تو کب فاسقوں کا دوست اور اہل اسلام کا دشمن نہ تھا اور تو سوائے اپنی ماں کے جس نے تجھکو جنا ہے کس کا مشابہ ہوگا۔ عمرو بن العاص نے کہا آج کے بعد کبھی تمھاری مجلس میں نہ آؤنگا حضرت علیؑ نے فرمایا مجھے اُمید ہے کہ خدا عزو جل میری مجلس کو تجھ سے اور تیرے اشباہ و امثال سے پاک رکھے گا۔[لہ]

الحاصل تاریخ مجھے اس امر کے اظہار پر مجبور کرتی ہے کہ ابتدائی دورِ خلافت میں بڑی چوک ہوئی کہ اس گروہ مخالف کو قوت دیدی گئی۔ اور اُسیوقت سے قابو پاتے ہی یہ گروہ بہت جلد ممالک محروسہ اسلام کے بڑے بڑے حصوں پر مسلط ہوگیا اور قریب قریب کوئی جگہ بیش وکم اسکے اثر ڈالنے سے محفوظ نہ رہی۔ جس طرح سلاطین دیالمہ وسامانیہ وسلجوقیہ و غزنویہ وغیرہم خلافت عباسیہ کو تبرک بنائے ہوئے اپنا کام چلاتے تھے اوسی طرح یہ گروہ بھی خلافت تیمیہ وعدویہ کو برائے نام فریب عوام کیلئے آڑ بنائے ہوئے اپنے مقاصد کو پورا کرتا رہا اور ایسا تسلط حاصل کیا کہ بارگاہ خلافت کو بجز چاپلوسی اور تملق کے اور کوئی چارہ کار بن نہ پڑا۔ اس حقیقت کو سمجھنے کے لئے مثالاً یہ چند واقعات ملاحظہ طلب ہیں۔

لہ طبری ج ۶ صفحہ ۲۹

یہ بیان ہو چکا ہے کہ حضرت ابوبکر نے خالد بن الولید کو فوج دیکر مرتدین
سے لڑنے کو بھیجا تھا مگر خالد نے یہ کیا کہ مسلمانوں کو بھی تہ تیغ کرنا شروع
کر دیا۔ اس بیدردی وسفاکی سے کہ الحذر۔ مالک بن نویرہ کو جسکے قبیلہ
سے برابر بانگ اذان لشکر اسلام نے سُنی خالد نے مع اوسکے ساتھیوں
کے شب کیوقت پکڑ کے قتل کرا ڈالا اور اون مقتولوں کے سروں کے
چولھے بنا کر اونپر ہانڈیاں گرم کیں۔ اور مالک کی زوجہ کو اپنی زوجہ بنا
لیا۔ جب حضرت عمر کو یہ سب خبریں پہونچیں تو اُنھوں نے حضرت ابوبکر سے
کہا کہ دشمن خدا نے[ل] مرد مسلم کو قتل کیا اور اوسکی زوجہ پر متصرف ہو گیا مگر حضرت
ابوبکر نے کچھ اسکا تدارک نہ کیا اور خاموشی سے مقتول کی دیت خود ادا کر دی
اور خالد کو بلا بھیجا جب خالد آئے اور داخل مسجد ہوئے تو عرب کے بانکوں کی طرح
عمامہ میں تیر لگائے ہوئے تھے اتفاق سے حضرت عمر وہاں موجود تھے
اور اونھوں نے بے تحاشا لپک کر تیر عمامہ سے کھینچ لئے اور پاؤں سے روند
ڈالے خالد اوسوقت بمصلحت کچھ نہ بولے اور چپکے حضرت ابوبکر کے پاس
چلے گئے اور وہاں عذر معذرت کر کے جب باہر آئے تو حضرت عمر کیطرف
دیکھکر کہا[ل۲] او دنیا کے بچے اب میرے پاس آ۔ اس لہجے سے حضرت عمر تامل

ل فلما بلغ قتلهم عمر بن الخطاب تكلم فيه عند ابي بكر فاكثر وقال عدو الله عدا على امرء مسلم فقتله ونزا على امرأته طبري ۳ صفحه ۲۴۳ ل۲ هلم الي يا ابن ام شملة طبري صفحه ۲۴۳ ۳

گئے کہ ابوبکر راضی ہو گئے ہیں اسلئے کچھ دم نہ مارا اور خاموش اپنے گھر میں چلے گئے۔

جنگ یمامہ میں بارہ سو مسلمانوں کا خون بہنے کے بعد فی الجملہ جب مسلمانوں کو غلبہ میسر ہوا تو خالد بن الولید کو نشاط طبع نے گھیرا۔ اُس نواح کے ایک رئیس سے بیدھڑک کہدیا "زوجنی ابنتک" اپنی بیٹی کو میری زوجیت میں دیدے اوس نے کہا تمہارے صاحب کو خبر ہو گی تو تمہارے ساتھ میں بھی معتوب ہونگا اس کا یہ کون موقع ہے خالد نے اسکو جھڑکا کہ "ایھا الرجل زوجنی فزوجنی" اُو مرد آدمی نکاح کردے چنانچہ اوس بیچارے نے نکاح کر دیا۔ حضرت ابوبکر نے یہ خبر پاکر اِن محبت انگیز الفاظ میں خالد کو نامہ لکھا۔ اے فرزند اُم خالد تم فارغ البال عورتوں کے ساتھ مشغولِ نکاح ہو اور حالت یہ ہے کہ تمہارے مسکن کے گرد بارہ سو مسلمانوں کا بہا ہُوا خون ہنوز سوکھا تک نہیں ہے۔ باوجود اسکے کہ مضمون نامہ نہایت موثر اور اُنس آمیز تھا مگر خالد اوسکو پڑھتے ہی ایسے برہم ہوئے کہ کہنے لگے یہ کارروائی عمر بن الخطاب ہی کی ہے۔[۱]

بسلسلہ فتوحاتِ عراق جنگ الیّس میں خالد بن الولید نے دشمنوں پر غضبناک ہوکر قسم کھائی کہ اون کے خون سے نہر بہا کر چھوڑونگا چنانچہ میدانِ جنگ میں حریف کو شکست دینے کے بعد خالد نے حکم دیا کہ جہاں تک پاؤ اسیر

---

[۱] طبری ج ۳ صفحہ ۲۵

دشمنوں کو اسیر کر کے لاؤ اور ایک خشک شدہ نہر کے کنارے پر اپنے سپاہیوں
کو تیغ بکف جا کر حکم دیا کہ یہاں قیدیوں کی گردنیں مارو تاکہ
یہ نہر خون سے جاری ہو جائے ۔ مقتولین کی تعداد اس
واقعہ میں ستر ہزار تک بیان کی گئی ہے مگر نہر
خون نہ جاری ہوئی۔ لوگوں نے سمجھایا کہ تمام روئے زمین کے
آدمیوں کو بھی اگر آپ قتل کر ڈالیں گے تو یہ نہر خون جاری نہ ہوگی۔ خون
کا قاعدہ ہے جم جاتا ہے بہتا نہیں ہے۔ آخر قسم یوں پوری کر دی گئی کہ اوس
خون پر پانی ڈالا گیا اور نہر خون جاری کی گئی اُس واقعۂ خونریزی کو سنکر حضرت
ابوبکر نے مجمع قریش میں بفخر فرمایا کہ خالد کی مثل پیدا کرنے سے عورتیں عاجز ہیں[۱]
اِنہی فتوحات کے دوران میں خالد نے عرب مضیخ پر شبخون مارا اور تمام
فضائے دشت کو کشتوں سے بھر دیا۔ دو مرد مسلمان بھی اتفاق سے وہاں
شب بسر کرنے کو مقیم تھے وہ بھی نذر تیغ غارت ہو گئے یہ خبر جب مدینہ میں پہونچی
تو حضرت عمر نے مثل قتل مالک بن نویرہ اس واقعہ کے بارے میں بھی رائے
ظاہر کی مگر حضرت ابوبکر نے جواب دیا کہ جو لوگ دیار اہل حرب میں ٹھہریں انکا
یہی حشر ہوتا ہے[۲]

جبکہ بنی تمیم وغیرہ بڑے بڑے قبائل میں خلاف حضرت ابوبکر شورش

---

۱ طبری ج ۴ صفحہ ۱۰-۱۱ سنہ ۱۲ھ ۲ طبری ج ۴ صفحہ ۲۴-۲۵

بربادھتی۔ دو بااثر شیخ زبرقان اور اقرع مدینہ میں آئے اور طلحہ کو بیچ میں ڈالکر یہ امر حضرت ابوبکر کے سامنے پیش کیا کہ خراج بحرین اگر ہمکو ملا کرے تو ہماری قوم میں سے کوئی اطاعت بارگاہ خلافت سے سرتابی نکریگا۔ حضرت ابوبکر نے اِس معاملہ کو منظور کرلیا اور عہدنامہ لکھدیا۔ یہ کاغذ جب ثبت شہادت کے لئے حضرت عمر کے سامنے پیش ہوا تو اونھوں نے مضمون پڑھکر اُس دستاویز کو پھاڑ ڈالا۔ طلحہ آزردہ ہوکر حضرت ابوبکر کے پاس آئے اور کہا آیا آپ خلیفہ ہیں یا عمر آپنے فرمایا عمر ہیں مگر فرمانبرداری میری لازم ہے علامہ ماوردی نے بھی کتاب ادب الدنیا والدین میں ایسے دو دوستوں کی دوستی کی مثال میں جو ایک جان دو قالب ہوں اس روایت کو ملخصاً لکھا ہے کہ جب طلحہ نے غصہ سے بھرے ہوے لہجہ سے حضرت ابوبکر سے کہا ما ادری انت الخلیفۃ ام عمر فقال بل عمر لکنہ ابا (ص۷۲ مطبوعہ مصر) میں نہیں جانتا خلیفہ تم ہو یا عمر حضرت ابوبکر نے فرمایا بلکہ عمر خلیفہ ہیں اور میں عمر ہوں۔

طلحہ اس منطق کو سنکر چپ ہو رہے[1]۔ اس واقعہ سے ثابت ہے کہ حضرت عمر کس حد میں مطاع و محترم تھے مگر خالد وہ تھے کہ اون کے خلاف حضرت عمر کا کوئی قول مسموع اور کوئی اصرار مقبول نہ ہوا۔ اس سے اُس نیازمندی کا اندازہ ہوسکتا ہے جو خلافت کو خالد کے ساتھ تھی۔

[1] طبری ج ۳ صفحہ ۲۳ سنہ ۱۱ھ

جب آغاز ایام خلافت میں ہنگامہ لشکر کشی گرم تھا ایک شخص ایاس بن عبداللہ بن عبد یالیل جس کا لقب فجاءہ ہے حاضر ہوا اور حضرت ابوبکر سے عرض کیا کہ اسلحہ دیجئے مرتدوں سے جنگ کردوں فوراً ہتھیار عطا ہوگئے مجاہد نے مدینہ سے نکلتے ہی مرتدوں اور مسلمانوں دونوں پر بچھیاں دست قتل و غارت دراز کردیا حضرت ابوبکر نے طریفہ بن حاجز کو اُسکی گرفتاری پر مامور کیا۔ ایک جگہ فریقین میں مقابلہ ہوا فجاءہ نے اپنی جماعت کو مغلوب ہوتے ہوئے دیکھکر طریفہ سے کہا کہ تمکو مجھپر کچھہ فوق نہیں ہے میں اور تم دونوں حضرت ابوبکر کے مقرر کئے ہوئے امیر ہیں۔ طریفہ نے کہا کہ یہی ہے تو ہتھیار رکھدو اور میرے ساتھہ حضرت ابوبکر کے پاس چلے چلو وہ ساتھہ ہولیا جب حاضر حضور ہوا بغیر کسی پرسش کے حضرت ابوبکر نے حکم دیا کہ اسکو پھونکدیا جائے چنانچہ فوراً وہ جلاکر خاک کردیا گیا۔

خالد سے اُن تمام خونریزیوں کے متعلق کبھی ایک حرف شکایت تک بھی زبان پر نہ آیا اور فجاءہ کے ساتھہ یہ طرز عمل اختیار کیا گیا۔ اسکے سوا اور کچھہ نہیں کہا جا سکتا کہ خلیفۂ وقت خالد سے تملق پر مجبور اور سخت مجبور تھے۔

اب۔ ۔ یہ مسئلہ پیچیدہ کہ حضرت عمر نے اپنے دور خلافت میں خالد بن الولید کے متعلق کیا تدارک کیا۔ بیان کیا گیا ہے کہ خالد نے جو تعدی

ملک ابن نویرہ کے قتل وغیرہ میں کی تھی اور جو کچہ مواقع جنگ پر زیادتیاں اُن سے وقوع میں آئی تھیں ان وجوہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر کے عہد خلافت میں خالد پر غضبناک رہے۔ اور اون کے افعال سے نفرت کرتے رہے چنانچہ جب خود خلیفہ ہوئے تو پہلا حکم معزولی خالد کا صادر فرمایا اور فرمایا کہ ابداً وہ ہمارے کسی کام پر مامور نہوں گے۔ چنانچہ خالد معزول ہوئے مگر بعد چند روز کے چالیس ہزار تاوان وصول کرکے پھر بحال کردئے گئے۔ پھر ۱۷ھ میں اس بات پر کہ خالد نے اشعث بن قیس کو دس ہزار انعام عطا کر دیا تھا معزول ہوئے اس مرتبہ صرف بیس ہزار جرمانہ دیکر پھر اپنے کام پر مامور ہوگئے۔ اور اسدرجہ اونکی قدر افزائی کی گئی کہ ممالک محروسہ میں اون کے متعلق اعلان و فرمان جاری ہوا جس کا مضمون یہ ہے "ہمنے خالد کو اپنی کسی ناخوشنودی یا خالد کی کسی خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا تہا بلکہ اصل سبب معزولی یہ تھا کہ لوگ خالد کے باعث سے مبتلاے فتنہ ہوگئے تھے اور ہمیں یہ خوف پیدا ہوگیا تھا کہ مبادا لوگ خدا کو بھول کر خالد ہی کی قوت و صولت پر توکل اور بھروسہ نہ کر بیٹھیں۔ اور خدا کو چھوڑ کر خالد ہی کے نہ ہو رہیں چنانچہ ہمنے خالد کو معزول کیا تاکہ لوگ جان لیں کہ صانع حقیقی خدا ہے"[1]

[1] طبری ج ۴۔ ص ۲۰۵-۲۰۶

بظاہر حضرت عمر کی افتادِ طبیعت سے اُمید کیجا سکتی تھی کہ وہ طلسم تملق
کو توڑینگے مگر افسوس کہ اونہوں نے بھی اپنے بازو دمیں یہ قوت نہ پائی
اور روشِ قدیم پر چلنا پڑا

میں نے غور کیا کہ آخر حضرت عمر کو اسقدر تملق و خوشامد پر کونسا امر داعی
ہوا اور وہ سب جوش و خروش کیوں یکایک اس طرح فرو ہوگیا اور بالکل
رنگ بدل گیا ۔ میری نظر تاریخ میں اس فقرہ پر بھی کہ جب آخر مرتبہ خالد
معزول ہوکر مدینہ میں آئے تو حضرت عمر سے ملے اور گلہ کیا اور یہ بھی کہا کہ
میں نے مسلمانوں سے تمہاری شکایت کی ہے دیکھو عمر تم میرے معاملہ
میں سختی کر رہے ہو[1]

خالد نے غصہ کی وجہ سے امیر المومنین بھی نہیں کہا نہ کسی اور تعظیمی خطاب
کو استعمال کیا بلکہ صاف عمر کہکر خطاب کیا اور خوف بھی دلایا کہ مسلمانوں
سے شکایت کرچکا ہوں ۔ حضرت عمر سمجھ گئے کہ اس مرتبہ خالد بگڑے ہوئے
ہیں اور بمقررہ وہ اپنے گروہ کو اس طرف توجہ دلاکر آئے ہیں ۔ قریب ہے کہ گل
کھلے اور مصیبت کا سامنا ہو ۔ اسلئے فوراً نرم ہوگئے ۔ اور اونکو منالیا بلکہ
آئندہ کے لئے بھی خالد سے حلفاً یہ اقرار کرلیا کہ آج کے بعد کسی بات پر تمہیں
مجھ پر عتاب کا موقع نہ ملیگا ۔ تم میرے نزدیک بزرگ مرتبہ ہو اور تم سے مجھکو وہ محبت

[1] قدم علی عمر فشکاہ و قال لقد شکوتک الی المسلمین و باللہ انک فی امری غیر مجمل
ج ۱ ص ۲۱ ... ۱۴

ہے جسکو ثبات و قیام ہے[۱]

جنہوں نے کوتاہ نظر مورخوں سے حضرت عمر کے واقعات تند مزاجی سنے ہیں اونکو تعجب ہوگا کہ این یک بام و دو ہوا چہ معنی دارد مگر اونکو اطمینان قلب کے ساتھ تاریخ پر نظر کرنا چاہئے تاکہ حقیقت حال سے بیخبر نہ رہیں۔ حضرت عمر کی درشتی طبع کے چند واقعات یہ ہیں۔

جب حضرت ابوبکر نے رحلت فرمائی ام المومنین عائشہ اور بی بیوں کے ساتھ نوحہ و بکا کرنے لگیں حضرت عمر دروازہ پر آکر کھڑے ہوئے اور رونے والیوں کو منع کیا مگر گریہ و بکا موقوف نہ ہوا برہم ہو کر حضرت عمر نے ہشام بن الولید کو حکم دیا کہ اندر گھس کر حضرت ابوبکر کی بہن کو پکڑ لاؤ حضرت عائشہ نے یہ سنکر پکارا کہ میں تم کو اندر داخل ہونے کی اجازت نہیں دیتی۔ حضرت عمر نے ہشام سے کہا کہ داخل ہو ہم اجازت دیتے ہیں چنانچہ ہشام مکان میں داخل ہو گئے اور ام فروہ خواہر جناب صدیق دختر ابی قحافہ کو جو اشعث بن قیس سے منسوب تھیں باہر کھینچ لائے حضرت عمر نے کئی درّے اون بی بی کو مارے یہ حال دیکھکر سب رونا رلانا بند ہو گیا اور سب بی بیاں اپنے اپنے گھر چلی گئیں۔[۲]

---

[۱] یا خالد واللہ انک لعلے کرم وانک الی الحبیب ولن نعاتبتی بعد الیوم علی شیئ۔ طبری ج ۴ صفحہ ۲۰۵ [۲] طبری ج ۴ صفحہ ۲۰۹

ایاس بن سلمہ اپنے والد ماجد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا عمر بازار میں درہ لئے ہوئے گذرے میرے کپڑے پر درہ کا سرا لگا کر کہا کہ راہ سے ہٹ جاؤ۔ اس واقعہ کے دوسرے سال حضرت عمر مجھ سے ملے اور فرمایا کہ سلمہ کیا تم حج کا ارادہ رکھتے ہو میں نے کہا ہاں قصد ہے پھر میرا ہاتھ پکڑے ہوئے اپنے مکان پر آئے اور مجھے چھ سو درہم دئے اور فرمایا کہ لو اپنے سفر حج کا سامان مہیا کر لو اور یہ اوس درہ لگانے کا عوض ہے میں نے کہا امیرالمومنین مجھے تو یہ بات یاد بھی نہ تھی آپ نے فرمایا لیکن میں تو نہ بھولا تھا[۱]

کہیں سے مال غنیمت یا مال صدقات وغیرہ آیا تھا اور حضرت عمر بیٹھے ہوے اوسکو تقسیم فرما رہے تھے چاروں طرف لوگوں کا ہجوم تھا اتنے میں سعد بن ابی وقاص بھی پہونچے اور لوگوں کو ریلتے ہٹاتے حضرت عمر تک جا پہونچے۔ حضرت عمر نے اونپر درہ تانا اور فرمایا تم یوں سامنے اکھڑے ہوے اور ہیبت سلطان سے متاثر نہ ہوے میں چاہتا ہوں کہ تمہیں آگاہ کر دوں کہ سلطان الہی پر تم کوئی اپنا رعب نہیں ڈال سکتے۔[۲]

اب ان واقعات پر تدبر سے نظر کیجائے تو معلوم ہو کہ پہلا واقعہ امر فرد پر درہ بازی یہاں وہ رابطہ اتحاد قائم تھا کہ فریاد واستغاثہ در کنار شکایت تک کی گنجائش نہ تھی۔ دوسرا واقعہ ذرا کپڑے پر درہ چھو جانے سے جھ

[۱] طبری ج ۵ صفحہ ۳۲ سنہ ۲۳ [۲] طبری ج ۵ صفحہ ۲۴ سنہ ۲۳

درہم ملگئے مفلس و طماع عرب شوق سے درہ کا لطف اوٹھانے کے لئے تیار رہتے ہوں گے۔ تیسرا واقعہ۔ سامنے مال کا ڈہیر تقسیم جاری سعد کیوں ایسے زرّین موقع پر درّہ تا نئے سے بگڑتے لامحالہ بحکم ضرورت جب ہوکر رہ گئے عوام کے از وحام پر یہ اثر پڑ گیا کہ اللہ اکبر یہ جبروت کہ سعد سر جھکا کر رہ گئے۔

غرضکہ اظہار تند مزاجی ایسے مواقع کے لئے تہا نہ اوس گروہ قریش کے لئے جسمیں خالد وغیرہ تھے۔ معاویہ بن ابی سفیان کیساتھ جو حضرت عمر کا ادب وقاعدہ تھا اُسکا اندازہ اِن واقعات سے ہوگا۔

حضرت عمر ملک شام میں تشریف فرما ہوئے تو صبح و شام معاویہ جب اونکی ملاقات کو آتے ہر وقت جدا تازہ جلوس سواری ہوتا۔ حضرت عمر نے اس شان و شکوہ کو مشاہدہ فرماکر صرف اتنا اون سے ارشاد فرمایا کہ صبح کو اور جلوس ہوتا ہے اور شام کو اور۔ اور یہ بھی تذکرہ کیا کہ سنتا ہوں کہ ہر صبح کو تمہارے برآمد ہونے سے پہلے تمہارے دروازے پر اہل حاجت کا مجمع تمہارا منتظر رہا کرتا ہے۔ معاویہ نے جواب دیا کہ دشمن یعنی قیصر روم قریب ہے اور اوسکے جاسوس یہاں پھیلے ہوئے نگران حال ہیں میں چاہتا ہوں کہ وہ خوب شان و شوکت اسلام دیکھیں۔ حضرت عمر نے فرمایا یہ مرد دانا کا کید اور زیرک و ہوشمند کا فریب ہے۔ معاویہ نے کہا آپ جو فرمائیے

اوسپر کاربند ہوں۔ حضرت عمر نے ارشاد کیا کیا خوب حالت تو یہ ہے کہ جس امر میں بقصد اعتراض تم سے سلسلۂ کلام شروع کرتا ہوں تم مجھکو ایسا متحیر بنا دیتے ہو کہ کچھ نہیں سمجھ سکتا کیا کہوں اور کیا کروں[۵]

حضرت عمر جلالت معاویہ سے اسقدر متاثر تھے کہ ایک مرتبہ جلی رؤس الاشہاد آپ نے فرمایا کہ تم لوگ قیصر و کسریٰ اور اون کے افراط عقل و زیرکی کا کیا تذکرہ کرتے ہو جبکہ معاویہ تم میں موجود ہیں[۲]

معاویہ تو خیر سردار و سردار زادے تھے اُنسے یہ تملق و مدارا کا برتاؤ کچھ بعید نہ تھا۔ عمرو بن العاص و مغیرہ بن شعبہ جو اس پایہ کے نہ تھے اون سے بھی تملق کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ عمرو بن العاص کا یہ اعزاز کہ خود حضرت عمر اون کے سلام کو حاضر ہوئے۔ حضرت ابو بکر نے جب اونکو عمان سے فوج لیکر شام میں جانے کی تکلیف دی تو وہ مراسلہ لکھا کہ جسکے لفظ لفظ سے خوشامد و رضاجوئی ٹپکتی ہے[۳]۔ انہی باتوں نے عمرو بن العاص کو اسدرجہ مغرور بنا دیا تھا کہ ذرا ذرا سی بات پر حد سے زیادہ بگڑ جاتے تھے

عراق میں لشکر عجم پر عمرو بن العاص نے شبخون مارنے کا قصد کیا قیس بن ہبیرہ مانع ہوئے کہ سپاہ بمقابلہ دشمن کم ہے۔ عمرو بن العاص برہم ہوگئے اور کہا کہ میرے معاملہ میں تمکو دخل دینے سے واسطہ؟ قیس نے کہا میں

طبری ج ۶ صفحہ ۱۸۵ سطر ۱۸۲ [۵] طبری ج ۶ صفحہ ۱۸۲ سطر ۵ [۲] طبری ج ۴ صفحہ ۲۹ سطر ۱۳ [۳]

امیر لشکر ہوں اور یہ بھی نہ ہوتا تو بھی میں تم کو اس بیجا جسارت سے روکتا
عمرو بن العاص نے کہا قیس یہ زمانہ جسمیں تم امیر بنے ہو کیا برا زمانہ ہے
اگر میں تمہارا یہ دین چھوڑ کر اپنے دین قدیم کیطرف پھر جاؤں اور اوسی اپنے
پرانے دین پر لڑ کر مرجاؤں تو یہ مرجھکو اس سے زیادہ پسند ہے کہ تم دوبارہ پھر
کبھی مجھپر امیر ہو۔ آخر یہ قضیہ سپہ سالار اعظم سعد بن ابی وقاص کے سامنے
پیش ہوا۔ سعد نے عمرو بن العاص سے فرمایا گو مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ ہزار
کافروں کے قتل کرنے کے لئے بھی تم سے بیس سو مسلمانوں کو معرض ہلاک میں
ڈالوں مگر چونکہ تم معاملہ جنگ میں مجھ سے زیادہ ماہر ہو اسلئے تمہاری ہی
رائے پر اس معاملہ کو چھوڑتا ہوں۔ چنانچہ عمرو بن العاص نے اپنا ہی کہنا
کیا[۱]۔ مثل اس کے بہت سے واقعات ہیں جن سے اس گروہ قریش کی خود
رائی اور دربار خلافت کی پروانہ کرنا صاف صاف نمودار ہے۔

مغیرہ بن شعبہ ان اخلاق وعادات کے آدمی تھے کہ جب وہ حکومت
کوفہ پر منجانب حضرت عمر مامور تھے تو وہاں اظہار فخر کیلئے لوگوں سے کہدیا
کہ رسول اللہ کی قبر میں اونکی نعش مطہر اوتارنے کیلئے میں بھی داخل ہوا تھا
اور پھر سب کے بعد قبر سے باہر آیا۔ شیوخ کوفہ جب موسم حج میں مکہ میں آئے
تو اونہوں نے بقصد تصدیق حضرت علیؑ سے اس واقعہ کا ذکر کیا حضرت علیؑ

---

[۱] طبری ج ۴ صـ ۱۰۲ سطر ۱۴

نے فرمایا کہ مغیرہ نے جھوٹ بولا۔[۵۱]

بعد وفات حضرت عمر جب اہل شوری باہم صلاح کیلئے حجرہ ام المومنین عایشہ میں مجتمع ہوئے تو عمرو بن العاص اور مغیرہ دونوں در حجرہ پر آکر بیٹھ گئے۔ سعد بن ابی وقاص نے کنکریاں مار کے اونکو وہاں سے اوٹھا دیا اور فرمایا یہ دونوں چاہتے ہیں کہ کہتے پھریں ہم بھی حاضرین مجلس شوری میں تھے اور اہل شوری میں داخل تھے[۵۲]

جلسہ عام میں جب عبد الرحمان بن عوف نے حضرت عثمان کے انتخاب کا اعلان کیا تو مغیرہ نے اون سے کہا کہ آپ نے خوب انتخاب کیا اور پھر حضرت عثمان سے عرض کیا کہ آپکے سوا اگر کسی اور کے ہاتھ پر عبد الرحمن بیعت کرتے تو ہم کبھی راضی نہ ہوتے۔ عبد الرحمن نے یہ فقرہ سنکر کہا او اعور جھوٹ بولتا ہے اگر میں کسی دوسرے کے ہاتھ پر بیعت کرلیتا تو تو بھی اوسکے ہاتھ پر بیعت کرلیتا اور اوس سے بھی یہی باتیں بناتا[۵۳]

حضرت عمر خوب واقف تھے کہ مغیرہ کس منش کے آدمی ہیں چنانچہ مذکور ہے کہ ہرمزان سرحد دار دولت عجم جب مقابلہ سے عاجز آکر اس امر پر رضامند ہوا کہ اوسکو فیصلہ صلح کیلئے حضرت عمر کے پاس بھیجا جائے اور معرکہ جنگ سے انس بن مالک و احنف بن قیس اوسکو ہمراہ لیکر حاضر دربار خلافت ہوئے اور

---

[۵۱] طبری ج ۳ صفحہ ۲۰۵ [۵۲] طبری ج ۵ صفحہ ۳۶ [۵۳] طبری ج ۵ صفحہ ۴۵

بترجمانی مغیرہ وزیدہرمزان اور حضرت عمرسے بحث وگفتگو ہونے لگی قبل ختم گفتگو ہرمزان نے تقریر کوروک کے پینے کو پانی مانگا چنانچہ پانی لایا گیا۔ ہرمزان نے کہا کہ مجھے خوف ہے کہ میں پانی پینے بھی نہ پاؤں اور تم مجھ کو قتل کرڈالو حضرت عمر نے فرمایا نہیں جب تک تم پانی نہ پی لو گے تمھیں کوئی خوف واندیشہ نہیں ہے یہ سنکر ہرمزان نے پانی لونڈھا دیا۔ حضرت عمر نے قتل ہرمزان کا قصد ظاہر فرمایا۔ ہرمزان نے کہا یہ کیونکر ہوسکتا ہے آپ مجھے امان دے چکے ہیں۔ حضرت عمر نے فرمایا جھوٹ بولتا ہے۔ انس نے عرض کیا امیرالمومنین ہاں آپ اُسکو امان دے چکے ہیں۔ حضرت عمر نے کہا بھلا میں اسکو امان دیتا ثبوت پیش کرو ورنہ تمکو بھی تعزیر دونگا انس نے عرض کیا آپنے اوس سے فرمایا ہے کہ جب تک پانی نہ پی لو تمہیں کوئی خوف واندیشہ نہیں ہے۔ حاضرین نے بھی انس کی تائید کی حضرت عمر نے فرمایا واللہ مجکو اِسنے فریب دیا اور بات یہ ہے کہ فریب میں آجانا مردمسلم کی شان ہے پھر آپنے مغیرہ سے مخاطب ہوکر فرمایا۔ میں تم کو اس فن میں پورا ماہر نہیں خیال کرتا۔ تم میں سے کوئی اس فن کو عمدگی سے نہیں استعمال کرتا۔ کیا دی دگر یزی میں بالکل باریک چالیں غیر محسوس ہونا چاہئیں

گو اس وادی میں حضرت عمر کے نزدیک مغیرہ ماہر وحاذق نہ تھے مگر یہ یہ ضرور ہے کہ آپ اونکو اس فن کا اہل باور کرتے تھے۔ اور اُن کا پاس خاطر بہت کچھ ملحوظ رکھا جاتا تھا حتی کہ ناگفتہ بہ واقعہ اُم جمیل میں مغیرہ کو حضرت عمر نے

صرف یہ کہکر چھوڑ دیا معلوم ہوا آپ بڑے بے فکر اور... ہیں کوفہ کی رعایا نے حضرت عمر کو بہت تنگ کیا جو حاکم وہاں بھیجا گیا اوسی کی شکایتیں ہوئیں۔ عمار بھی ایکمرتبہ والی کوفہ بنا کر بھیجے گئے اور تیراور کسی بد اخلاقی کا الزام نہ لگایا جا سکا تو یہ شکایت کی گئی کہ وہ فن سیاست سے ناواقف ہیں۔ اور اتفاق سے حضرت عمر کا خیال بھی عمار بن یاسر کیطرف سے ایسا ہی تھا چنانچہ اس شکایت پر عمار کو معزول کرتے وقت حضرت عمر نے فرمایا تھا کہ میں جانتا تھا کہ تم قابل حکومت نہیں ہو۔ مگر مین نے اس آیت کی تاویل کو پیش نظر رکھا تھا وُنُرِیدُ اَنْ نَمُنَّ علے الذین استضعفوا فی الارض ونجعلہم ائمۃ ونجعلہم الوارثین۔..... ہم چاہتے ہیں کہ اُن لوگوں پر احسان کریں جو عاجز و ناتوان قرار دے گئے ہیں روے زمین پر اور ہم اونہی کو پیشوا اور وارث ملک بنائیں۔

بعد معزولی عمار حکومت کوفہ خالی پڑی تھی۔ حضرت عمر اسی کوفت میں کہ اب کسکو مقرر کروں مسجد کے ایک کونے میں تنہا لیٹے لیٹے سو گئے۔ مغیرہ بن شعبہ وہاں پہونچے اور پہرہ دینے لگے جب حضرت عمر کی آنکھ کھلی تو عرض کیا کہ آپ یوں گوشہ مسجد میں تن تنہا بغیر کسی نا ملائم حادثہ کے پیش آئے گوشہ گیر نہیں ہوئے آخر خیر تو ہے واقعہ کیا ہے۔ حضرت عمر نے اس ہمدردی کو مشاہدہ کرکے فرمایا اس سے بڑھکر کونسا حادثہ ہوگا کہ ایک لاکھ رعایا کی یہ

یہ حالت ہے کہ نہ وہ کسی حاکم سے راضی ہوتی ہے اور نہ کوئی حاکم اُس رعایا سے
راضی ہوتا ہے اور اسکے متعلق اور بھی بہت سی باتیں کیں۔ اور فرمایا آخر
کس کو مقرر کردوں کسی مردِ مسلم ضعیف کو یا کسی قوی و مشدّد کو مغیرہ نے عرض
کیا کہ اگر کسی مسلم ضعیف کو مقرر فرمائیگا تو اس کا اجرِ اسلام اوسکی ذات کیلئے
ہوگا اور اوسکے ضعف کا اثر آپ پر پڑیگا اور اگر کسی قوی اور اہل تشدد
کو مقرر کیجئےگا تو اُسکے تشدد کا مظلمہ اوسکی جان پر پڑیگا اور اُسکی قوت
مسلمانوں کو فائدہ پہونچائیگی۔ یہ تقریر سنکر حضرت عمر نے فرمایا اچھا میں
تم ہی کو والی کوفہ مقرر کرتا ہوں چنانچہ فوراً وہاں بھیجدیئے گئے اور حضرت
عمر کے عہد خلافت میں برابر مغیرہ کوفہ میں فرمانروا رہے۔

ہر سخن موقع و ہر نکتہ مکانی وارد۔ بیان کیا گیا ہے کہ جب علی علیہ السلام
خلیفہ ہوئے تو مغیرہ بن شعبہ اون کے پاس آئے اور خلوت میں اونکو یہ مشورہ
دیا کہ عہدِ خلافت عثمان کے والیوں اور حاکموں کو بدستور اون کی جگہ
برقرار و برسرکار رہنے دیجئے اور جب وہ آپ سے بیعت کرلیں اور آپ کا کام
پورا ہو جائے جاہے اونکو معزول کر دیجیےگا چاہے بحال رکھیگا۔ حضرت علی
نے فرمایا میں اپنے دین میں کمزوری اور سستی کو اور اپنی حکومت میں اس کمینگی
کو دخل نہ دونگا۔ مغیرہ نے کہا کہ خیر آپ اسکو نہیں مانتے تو اور جسکو چاہیے
معزول کر دیجئے مگر معاویہ ملک شام پر مسلط ہیں اور اُنکی جرأت بڑھی ہوئی

ہے اونکو نہ معزول کیجئے گا۔ اور معاویہ کے بحال رکھنے میں آپ پر کوئی الزام بھی نہیں ہے بلکہ یہ سند موجود ہے کہ تمام ملک شام پر عمر بن الخطاب نے اونکو مستقل والی مقرر کیا ہے (یعنی حضرت عمر نے قریب قریب سبھی والیان ملک میں تبدیلی و معزولی و بحالی کا قاعدہ جاری رکھا مگر معاویہ کو اونکی جگہ سے کبھی حرکت نہیں دی) حضرت علیؓ نے فرمایا واللہ دو دن بھی تو اپنے عہد حکومت میں معاویہ کو کسی حکومت کے کام پر برقرار رکھنا پسند نکرونگا مغیرہ یہ سنکر اوسوقت چلے گئے اور پھر بار دیگر امیر المومنین سے ملے اور کہا کہ قبل ازیں میں نے جو آپ کو مشورہ دیا تھا اور آپنے اُسکو قبول نہیں کیا تھا اُس امر پر میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ آپ ہی کی رائے صحیح ہے ضرور آپ کی شان کے خلاف ہے کہ فریب و دغا سے اپنا کام نکالئے حضرت عبداللہ بن عباس سے امیر المومنین نے جب یہ مغیرہ سے گفت و شنید کا قصہ بیان کیا تو حضرت عبداللہ نے عرض کیا کہ پہلی مرتبہ تو مغیرہ نے آپ کو خیر خواہانہ مشورہ دیا تھا مگر دوسری مرتبہ فریب دیا میں بھی آپ کو یہی صلاح دیتا ہوں کہ ابھی معاویہ کو معزول نہ کیجئے۔ ذرا وہ آپ کی بیعت کرلے تو میرا ذمہ کہ اُسکو اُسکی جگہ سے اُکھاڑ کر پھینک دوں گا۔ امیر المومنین فرمایا نہیں واللہ معاویہ کیلئے بجز تلوار اور کچھ میرے پاس نہیں ہے۔

ابن عباس نے عرض کیا امیر المومنین آپ ایک مرد شجاع ہیں معاملہ

جنگ میں ماہر زیرک نہیں ہیں کیا آپ نے نہیں سنا رسول اللہؐ فرماتے تھے اَلْحَرْبُ خُدْعَۃٌ علی علیہ السلام نے فرمایا کیوں نہیں سنا۔ پھر فرمایا سنو ابن عباس تم مجھے مشورہ دو اور میں اوس کے متعلق اپنے رائے قائم کروں اور جب یہا تمھاری رائے کو نہ مانوں تو تم میری تجویز کو مانو۔ ابن عباس نے عرض کیا بسر و چشم میں مطیع و منقاد ہوں۔

علامہ ابن درید نے الحرب خدعۃ کی شرح جو المجتنیٰ میں لکھی ہے اُس سے واضح ہے کہ جنگ احزاب میں جب قریش مع اپنے حلیفوں کے مدینہ پر چڑھ آئے تھے اور رسول اللہؐ قریش کی کثرت دیکھکر ایک دشوار گذار خندق کی آڑ میں لشکر اسلام کو محفوظ کئے ہوئے تھے اُسوقت آنحضرت نے نعیم بن مسعود سے کہا کہ جاو کوشش کرو قبیلہ غطفان اور یہود قریش کا ساتھ چھوڑ دیں تو اچھا ہو اور یہ بھی فرمایا کہ الحرب خدعۃ۔ مراد یہ تھی کہ لڑائی میں کسی چال کا چل جانا فراوانی لشکر اور بیباکانہ اقدام جنگ سے زیادہ نفع دیتا ہے۔ غرضکہ جملہ الحرب خدعۃ کے محل استعمال سے معلوم ہوا کہ محض مواقع حرب و ضرب سے متعلق ہے نہ کہ نظم و نسق ملک و ملت و قوانین حکومت و آئین معاشرت و معاملات تمدن وغیرہ سے کہ ہر جگہ چالبازی کو دخل دیا جائے کیونکہ رسول اللہؐ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ المکر و الخدیعۃ فی النار اور ابن درید نے اس حدیث کی یوں شرح کی ہے المکر و الخدیعۃ لا

یکونان فی تقی خائف للّٰہ لانہ اذا مکو غدر و اذا خدع وبق فہانان خلتان لا تکونان فی تقی فکل خلۃ جانبت التقی فہی فی النار۔

تاریخ شاہد ہے کہ حضرت علیؑ صدق و حق کو رواج دینے کو فتحمندی جانتے تھے نہ محض ملکوں کے فتح کرنے اور دولت سمیٹنے کو۔

وہ قیصر و کسریٰ کیطرح کشورستانی و کامرانی کو اس قدر بُرا سمجھتے تھے کہ جب گروہ خوارج نے یہ دعویٰ کرکے کہ ہم قرآن پر عمل کریں گے تلوار کھینچی تو آپؑ نے اپنے لشکر والوں سے فرمایا کہ بخدا یہ لوگ اگر تم پر حکمراں ہو جائیں تو شاہان روم و ایران کی مانند حکومت کریں۔ حضرت علیؑ خوب سمجھتے تھے کہ قرآن پر عمل کرنا تو صرف بہانہ ہے یہ لوگ سیرت شیخین پر عمل کرنیکو سب پر مقدم رکھتے ہیں چنانچہ ربیعہ بن ابی شداد شیخ خوارج نے اسی بات پر مجھسے بیعت نہ کی کہ اتباع سیرتِ شیخین کی شرط لگاتا تھا اور میں صرف اتباع قرآن وسنت پر بیعت لینا چاہتا تھا۔ علامہ ابن ابی الحدید معتزلی کہتے ہیں اُسوقت تک کوئی صاحب حکومت کامیاب نہیں ہوتا جب تک ملکی معاملات میں محض اپنی رائے اور تجویز پر کاربند نہو عام اس سے کہ اُسکی وہ رائے اور تجویز موافق شرع ہو یا نہو۔ جو صاحب حکومت ایسا نکریگا بعید ہے کہ اُس کا امر حکومت وسلطنت منتظم ہو سکے[1]

---

[1] شرح نہج البلاغہ مطبوعہ مصر۔

جرجی زیدان مسیحی مورخ کا قول ہے ولم یحبط مسعی الامام علی فی امر الخلافۃ الا لمراعاتہ واجبات التقوی وسلامۃ الضمیر[۵۱]

اور فاضل مورخ رفیق بک دمشقی فرماتے ہیں کہ علی عمرو بن العاص کو پہلے ہی اپنا مشیر با تدبیر بنا لیتے تو معاویہ نے ابن العاص کو ملا کر جتنا فائدہ اُٹھایا اُس سے کہیں زیادہ علی فائدہ اُٹھاتے۔ پھر خود ہی فرماتے ہیں ولکن اغراق علی فی حب الفضیلۃ دعاہ الی ترک الحیلۃ تمثل عمرو۔[۵۲]

اور عطا حسنی بک فرماتے ہیں ان الامام علی لم یکن متکلا علی الحیلۃ بل علی الحق ولم یستنصر الخداع بل کان نصیرہ الصدق وما کان ینقصہ ذلک عن تقصیر وعجز بل تدیناً وتھجداً لانہ کان یابی الا الحق الصراح والحذ منہ النصوحۃ ولذلک کان الناس ینفرطون من حولہ ویلتفون حول معاویۃ لنشا محمۃ دکرمہ وسخا ورغد العیش فی خرابہ وشتان بین من یعمل لدنیاہ وبین من یعمل لاخراہ[۵۳]

ان تینوں وسیع النظر مورخوں کے اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ علی واجبات تقوی اور سلامتی ضمیر کا پاس و لحاظ رکھتے تھے۔ اور حقیقی فضیلت کے عاشق تھے

۵۱ غادہ کربلا مطبوعہ مصر۔ ۵۲ اشہر مشاہیر الاسلام مطبوعہ مصر۔ ۵۳ خواطر فی الاسلام مطبوعہ مصر

اور کسی حالت میں صدق وحق کی پابندی کو ترک نہیں کرتے تھے
اور ہر کام خالصاً لوجہ اللہ کرتے تھے اور چاہتے تھے اور لوگ بھی اسی
طرح کریں مگر ظاہر ہے کہ یوں عمل پیرا ہونا اور نفسانی ہوا وہوس پر قابو
پالینا سخت دشوار و مشکل ہوتا ہے لوگ علی کو چھوڑ چھوڑ کے بھاگتے تھے اور
معاویہ کے گرد جمع ہوتے تھے جہاں بلا کسی قید کے عیش ہی عیش تھا۔ اس
شخص میں کہ وہ جو کچھ کرتا ہے آخرت کے لئے کرتا ہے اور اُس شخص میں کہ
وہ جو کچھ کرے دنیا کے لئے کرے بڑا فرق ہوتا ہے۔ اسی سے علی امر حکومت
میں کامیاب نہ ہوئے۔

اس جگہ مجھکو یہ کہنا ضروری ہوا کہ ان باکمال فضلا نے ادہر توجہ
نہیں فرمائی کہ علی اپنے کو رسولؐ کا خلیفہ جانتے تھے کسی فاتح شہریار کا قائم
مقام نہیں سمجھتے تھے اس حیثیت سے علی کامیاب ہوئے اور بدرجہ اتم کامیاب
ہوئے۔ اس بڑھ کر کامیابی کیا ہوگی کہ علی نے سیاست الہیہ اور سیاست
شاہیہ میں جو فرق ہے اُسکو نمایاں طور سے سب کو دکھا دیا اور منصب
رسالت کو منصب سلطنت سے ایسا ممتاز کر دیا کہ کسی ہوشمند کو شک
کی گنجائش نہ رہے۔ اور رسول اللہؐ پر یہ شبہ نہ ہو سکے کہ وہ محض سلطان
العرب تھے اگر علی صرف فوج کشی و کشورستانی ہی کو نصب العین قرار
دئے رہتے اور جس تدبیر سے بن پڑتا اسی مقصد کے حاصل کرنے میں سعی

کرتے تو یہ بات حاصل نہ ہوتی۔

برکفے جام شریعت برکفے سندانِ عشق ہر ہوسناکی نداند جام و سندان باختن

علامہ کفوی نے طبقات الفقہا میں اور سید شریف جرجانی نے حاشیہ سراجیہ میں کیا اچھی بات کہی ہے کہ علی باعتبار اپنے فضل وکمال کے رسول اللہ کا ایک معجزہ ہیں جس سے آنحضرت کے دعوی رسالت کی تصدیق وتائید ہوتی ہے۔

حضرت علیؑ مواقع جنگ پر بھی صدق وعدل کی رعایت ملحوظ رکھتے تھے جہاں کہیں معرکہ جنگ میں دشمن کے مقابل صف آرائی کرتے تھے۔ جنگ شروع ہونے سے پہلے اپنی سپاہ کو تاکید یہ ہدایت فرما دیتے تھے اور تمام جنگ میں نگراں رہتے تھے کہ حد ہدایت سے کسی نے تجاوز تو نہیں کیا۔

سنو یہ لوگ جو تم سے لڑنے کو جمع ہوئے ہیں جب تک وہ تم سے لڑنا نہ شروع کریں تم اون سے نہ لڑو کیونکہ ایک تو بحمد اللہ تم حق پر ہو اور تمہاری حقیقت بدلیل ثابت ہے دوسرا اپنی طرف سے ابتدا نکرنا یہ ایک اور حجت قاطعہ تمہاری برأت ذمہ کی تمھیں حاصل ہو جائے گی۔ یہ بھی ضابطہ قائم رکھو کہ جب تم اونکو ہزیمت دو تو کسی بھاگتے ہوئے کو قتل نکرو۔ اور میدان جنگ میں جسکو زخمی ومجروح پڑا ہوا دیکھو اوسکے قتل سے دستکش رہو۔ نہ کسی مقتول کو برہنہ کرو نہ کسی مقتول کے اعضائے ظاہری و باطنی کو بگاڑو۔ اور جب تم اونکو

ہزیمت دیکر اون کے خیموں اور قیامگاہوں تک جا پہونچو تو خبردار کسی کی پردہ دری نکرو اور کسی کے گھر میں بغیر اوس کے اذن کے نہ داخل ہو اور اُن کے مال ومتاع میں سے کسی شئی کو نہ لو۔ مگر وہ مال جو میدان قتال میں پاؤ لیلو یعنی مثل اسلحہ واسپ وساز وغیرہ۔ اور ہرگز کسی عورت سے متعرض نہ ہو گو وہ عورتیں تمھارے آبا واجداد کو گالیاں ہی کیوں نہ دیتی ہوں یا تمھارے امیروں اور تمھارے فرقہ کے صلحا کو برا ہی کیوں نہ کہہ رہی ہوں کیونکہ عورتیں جسمانی اور روحانی دونوں اعتبار سے ضعیف ہوتی ہیں۔

یکم صفر ۳۷ھ کو جب میدان صفین میں پہلی صف آرائی طرفین میں ہوئی حضرت علیؑ نے جنگ شروع ہونے سے پہلے صفوف لشکر سے آگے بڑہکر بارگاہ الٰہی میں بعد حمد وثنا یوں دعا کی الٰہی اگر مجھے غالب کرنا تو اس طرح کہ تیرے احکام سے انحراف کی جھلک کہیں میرے کردار میں آنے نہ پائے۔ اور اگر تیری مشیت یہ ہو کہ دشمن مجھپر غالب ہو تو مجھے اس معرکہ قتال میں شہادت کی عزت عطا فرمانا اور جو میرے اصحاب بچ رہیں اونکو فتنہ میں پڑنے سے بچانا۔

حضرت عمر کا دور حکومت ہمگی کچھ اوپر دس برس ہے اتنی سی مدت میں ترقی وتنزل کا یہ منظر مشاہدہ ہوتا ہے حسن بصری ایک مبسوط روایت میں ظاہر فرماتے ہیں کہ حضرت عمر نے دور اسلام کو اونٹ کی عمر سے تشبیہہ دیتے

ہوئے یہ خیال ظاہر کیا کہ اب اسلام کی ترقی کا زمانہ ختم ہو گیا اور اُسپر حالت تنزل طاری ہو گئی اور قریش دنیا کی دولت پر ٹوٹ پڑے۔ مگر حضرت عمرؓ کو یہ یاد نہیں رہا کہ قریش کی یہ حالت شروع ہی سے ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے اپنے مرض الموت میں آہیں بھر کے عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے فرمایا تھا کہ قریش میں سے ہر شخص یہی چاہتا ہے کہ ساری دنیا کی دولت و حکومت اُسیکو ملجائے۔

خیر حضرت عمرؓ تک تو چنداں نمایاں شور و شر نہیں پھیلا یہی ہوا کہ مغیرہ بن شعبہ کے غلام نے کسی پوشیدہ تحریک سے اُنکو قتل کر ڈالا مگر حضرت عثمانؓ کا دور حکومت تو قہر تھا۔ اسلامی دنیا میں ہر جگہ نمایاں شورش برپا ہو گئی، حضرت عثمانؓ خود کچھ صاحب عزم و رای نہ تھے بنی امیہ جو چاہتے تھے اُن سے احکام جاری کرالیا کرتے تھے مثلاً عبداللہ بن سعد بن ابی سرح نے یہ نقرہ تراشا کہ عمرو بن العاص مصر کے گورنر نے رقم خراج گھٹادی حضرت عثمانؓ نے فوراً عمرو کو معزول کر کے عبداللہ بن ابی سرح کو اُنکی جگہ بھیج دیا۔ عبداللہ نے دکھانے کو جس طرح بنا خوب خراج وصول کیا۔ حضرت عثمانؓ نے تعریضاً عمرو سے کہا دیکھو اب وہ اُونٹنی خوب دودہ دینے لگی عمرو نے برجستہ کہا کہ جی ہاں اُسکا بچہ بھی تو مر گیا۔ یعنی خراج زیادہ وصول ہوا تو کیا رعایا تباہ اور ملک کی سرسبزی بھی رخصت ہو گئی۔

علامہ مقریزی نے خطط میں مفصل ذکر کیا ہے اور مختصر یہ ہے کہ حضرت عمر کے دور خلافت میں بھی عمرو بن العاص مصر کے گورنر تھے۔ حضرت عمر نے اُنپر اعتراض کیا کہ کافر قبطیوں کے عہد سے بھی تمہارے عہد حکومت میں خراج گھٹ گیا اوسپر عمرو بن العاص نے یہ جواب تلخ دیا کہ وہ کافر ہم مسلمانوں سے زیادہ بہتر رعایا پروری اور سرسبزی ملک کا اہتمام رکھتے تھے۔ لامحالہ فی الحال رعایا کی جدوجہد ملک کی پیداوار کو بڑہاتی تھی اور خراج زیادہ وصول ہوتا تھا۔

میں کہتا ہوں مسئلہ مسلمہ ہے کہ جتنی خرابیاں ملک میں پڑتی ہیں اُن کی ابتدا بیشتر اسی طمع غلیظ سے ہوتی ہی رعایا عموماً اور ظلم وجور کو کچھ برداشت بھی کرلیتی ہے مگر حکام کی جوع البقری کو نہیں برداشت کرتی کہ اُسکو سوکھا ٹکڑا تک دینے میں ہزار حیلے تراشے اور خود شیر مال اور پراٹھے اتنے کھائے کہ تخمہ ہوجائے۔

مختصر یہ کہ ممالک محروسہ کی رعایا بگڑ اُٹھی ہوئی اور حضرت عثمان پر چڑہائی کردی۔ مدینہ کے ناموراُمرا طلحہ وزبیر وغیرہ بلکہ حضرت عائشہ تک فریادی رعایا کے ہمدرد بنگئے اور کہنے لگیں اُقتلوا نعثلاً فقد کفر حضرت عثمان نے یہ حالت مشاہدہ کرکے معاویہ والی شام کو یہ فرمان بھیجا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم اما بعد فان اھل المدنیۃ

قد کفروا واخلفوا الطاعۃ ونکثوا البیعۃ فابعث الی من قبلک من مقاتلۃ علی کل صعب وذلول فلما جاء معاویۃ الکتاب تربص بہ وکرہ اظہار مخالفۃ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقد علم اجتماعھم[1]۔" اہل مدینہ کافر ہوگئے اور اُنھوں نے اطاعت حکومت سے سرکشی اختیار کرلی اور بیعت کو توڑ ڈالا یعنی پیمان شکنی کی تمکو لازم ہے کہ اپنی پیشگاہ سے جنگ آوران ملک شام کو تند خرام و رہوار مرکبوں پر ہمارے پاس روانہ کردیں یہ فرمان جب معاویہ کے پاس پہونچا وہ انتظار وقت میں لگ گئے اور مخالفت اصحاب رسول اللہ کو ناپسند کیا اونکو معلوم ہوچکا تھا کہ خلاف حضرت عثمان وہ سب متفق الرائے ہیں۔

حضرت عثمان نے اسی مضمون کے فرمان دیگر پروردگان دامن دولت کو بھی بھیجے اور مدد مانگی مگر کوئی مدد کو نہ پہونچا۔ واقعات بتا رہے ہیں کہ یہ لوگ خود منتظر تھے کہ شورش بڑھے اور اپنے اپنے صوبوں پر خود سرانہ قابض ہوجائیں۔ غرضکہ ہر طرف سے مایوس ہوکر اُسوقت حضرت علیؑ یاد آئے اور بار بار حضرت عثمان نے اون کو بلا بلا کر صلاح و مشورہ چاہا کہ اب چارہ کار کیا ہے۔ علی علیہ السّلام حلم و صدق میں بے مثل تھے نہایت ہمدردی سے ہر مرتبہ تسکین دی اور مفید تدبیریں شورش کو فرو کرنیکی بتائیں۔ مگر مروان بن الحکم

[1] طبری ج ۵ ص ۱۱۵ سنہ ۳۵

نے جو پیش دست خلافت تھا کوئی بات اونکی نہ چلنے دی یہ روش دیکھکر آخر حضرت علیؓ نے حضرت عثمان سے کہا میں[۵] نے بار بار اس معاملے میں تم سے گفتگو کی مگر ہر بار تم نے وہی کیا جو مروان و سعید بن العاص و ابن عامر و معاویہ نے تمکو سکھا رکھا ہے تم ان لوگوں کے فرمانبردار بنے ہو اور میری کوئی بات نہیں مانتے۔ خلاصہ یہ کہ حضرت علیؓ کی کوئی تدبیر نہ چلنے پائی اور اہل شورش نے یکایک جھنجلا کر حضرت عثمان کو قتل کر ڈالا

میں نے بہت ہی اجمال و اختصار سے اس جگہ کام لیا ہے۔ تاریخ میں نہایت تفصیل کیساتھ یہ تمام واقعات مصیبت مذکور ہیں۔ افسوس کہ ابھی اس حکومت کی عمر اوّل صدی کے چوتھائی حصہ تک بھی نہیں پہونچنے پائی تھی کہ ایسی درہمی و برہمی پھیل گئی اور کلک قضا نے تباہی و خرابی کا خاکہ کھینچکر رکھدیا۔ ہر تاریخ دان واقف ہے کہ یہ حکومت جن سلطنتوں کی قائم مقام ہوئی تھی مثل سلطنت ایران و روم اون سلطنتوں کی حالت اوس وقت میں جبکہ عرب نے اُنکو فتح کیا قریب قریب ایسی ہی تھی جیسی دولت مغلیہ کی حالت ہندوستان میں محمد شاہ کے عہد میں تھی۔ ایسی سلطنتوں کو مٹا کر جو سلطنت اُن کی جگہ قائم ہو سخت حیرتناک امر ہے کہ وہ رعایا و برایا کو دو تین پشت تک بھی خوش نہ رکھہ سکے۔ رستم سپہ سالار عجم جب عرب کے مقابلہ

[۵] طبری ص۲۹۰۱ سنہ ۳۵

کو ار ہا تھا اوسکی فوج کے سپاہیوں کی یہ حالت تھی کہ شراب پی پی کر زجاباؤں کی عورتوں کی آبروریزی کرتے آتے تھے[۵۱] خاص سرزمین ایران کی کلمہ گوئی کا کیا ذکر عراق عرب میں رعایائے ایران کی عیش پرستی کی جو حالت تھی وہ اس واقعہ سے نمایاں ہے۔ جس شب قبل طلوع صبح خالد نے بمقام ہیرا عربوں کو لوٹا ہے اس شب کو ادن عربوں میں صحبت مے کشی گرم تھی اور باوجود اندیشۂ قتل و غارت مزے سے شغل میگساری قائم تھا اور مغنی یہ غزل گا رہا تھا ۔ ؎

الا[۵۲] علانی قبل جیش ابی بکر　　لعل منایا نا قریب وما ندری

خالد نے پہونچکر اس بزم طرب کو درہم و برہم کرڈالا اور مغنی کے خون نے ظرف شراب میں گر کر اُسکی رنگینی کو گہرا کر دیا۔ یہی رنگ دیکھکر خالد نے فارس کے مرزبانوں کو اس مضمون کے نامے بھیجے تھے کہ اسلام قبول کرو یا جزیہ دیکر ذمی بنو تو خیر ہے ورنہ ایسے لوگوں کو ساتھ لیکر تم سے جنگ کرونگا جو موت کو ایسا چاہتے ہیں جیسا تم لوگ شراب کو۔

کاش عرب ان اقوام پر مسلط ہو کر عبرت حاصل کرتے اور دنیا کی نعمتوں سے بقدر اعتدال و تعلیم اسلام تمتع حاصل کرنے پر قناعت کرتے اور اسلام کو

---

[۵۱] طبری ۲۰۳۱ صہ ۹۹ - ۱۰۰ [۵۲] ہاں ساقی پیالے می پلا قبل اسکے کہ ابوبکر کا لشکر پہونچ جائے کہیں ہماری موت قریب نہ ہو اور ہم بیخبر ہوں۔

بدنام نکرتے اور کتاب وسنت سے اعراض کرکے دنیا کے بادشاہوں کی روش پر نہ چلتے تو یہ خرابیاں نہ پڑتیں جن کا سلسلہ ابتک قائم ہے۔ سکندر و چنگیز و تیمور وغیرہ کی طرح ممالک فتح کرنے سے کیا حاصل جب دنیا میں رسوم صلح و صلاح ہی کو رواج نہ دیا جائے۔ آزاد مورخوں کے اعتراض سنتے سنتے آخر سرسید احمد خاں کو تھک کر یہ کہنا پڑا کہ مسلمان بادشاہوں کے کردار کے ہم جوابدہ نہیں ہیں۔ رسول اللہؐ کے ہدایات کے خلاف جو اُنھوں نے کیا وہ خود اُس کے ذمہ دار ہیں رسول اللہؐ پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔

تاریخ خمیس میں بحوالہ دول الاسلام ذہبی لکھا ہے کہ حضرت عثمان کے عہد میں وفور دولت کا یہ حال تھا کہ دار الخلافہ مدینہ میں ایک گھوڑے کی قیمت ایک ایک لاکھ اور ایک باغ کی قیمت چار چار لاکھ درہم تک پہونچ جاتی تھی (درہم تقریباً ۱۲ ار کا ہوتا ہے اور دینار نصف پونڈ کا) حضرت عثمان ایک ہزار غلاموں کے مالک تھے۔ اور اسی طرح مبسوط تاریخوں میں قریش کی دولت مندی کا مفصل ذکر ہے۔ ابوذر نے قریش کو سمجھایا کہ قارون نہ بنو خدا کی راہ میں بھی صرف کرو ورنہ بروز قیامت اسی سیم وزر سے داغے جاوگے۔ قریش نے حضرت عثمان سے اُنکی شکایت کی حضرت عثمان نے ابوذر کو مدینہ سے نکلوا دیا اور ربذہ میں نظر بند کر دیا مسکین وہیں عالم بیکسی

---

[a] جلد دوم صفحہ ۲۸۰ مطبوعہ مصر اڈیشن سنہ ۱۳۰۲

میں مرے اور مسافروں نے ترس کھا کے دفن کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی تقریباً دس برس تک اپنے عہد مبارک میں مال زکاۃ و غنیمت وغیرہ مسلمانوں کو تقسیم کیا لیکن آپ نے ایسا سنجیدہ انداز مساوات کا قائم رکھا کہ سرمایہ داری کی بلا میں کوئی نہ پڑنے پایا حضرت ابوبکر نے بند بند اور حضرت عمر نے کھلم کھلا اُس زریں قاعدہ تقسیم کو توڑ دیا اور قریش کے بعض بعض افراد کو کروڑ پتی بنا دیا۔ پھر یہ ہوا کہ اسی بخشش بے حساب کی بدولت مفسد بنی اُمیہ زرخیز ملک شام پر مسلط ہو گئے اور اُن کو مسلمانوں کے تباہ کرنے کا کافی سامان ملگیا۔

ایسے مواقع کیلئے جہاں یہ اعتراض ہو سکے کہ آنحضرت کے مقرر کئے ہوئے قاعدہ کو کیوں ترمیم یا منسوخ کیا گیا دنیا کی مصلحت کو دین کی مصلحت پر مقدم رکھنے والے عالموں نے چند عام فریب عذر تراش رکھے ہیں مثلاً بیان کیا جاتا ہے کہ خرما بونے والوں سے آنحضرت نے ایک وقت میں فرمایا انتم اعلم بامر دنیاکم تم لوگ اپنے دنیا کے کام سے خوب واقف ہو اس روایت کے یہ معنی قرار دیئے گئے کہ دنیا میں حسن معاشرت اور نظام تمدن کو بعنوان شائستہ قائم رکھنے میں افراد اُمت معاذاللہ رسول اللہ سے زیادہ ماہر و دانا تر ہیں۔ حالانکہ روایت کے معنی یہ ہیں کہ کسان و باغبان وغیرہ اپنا اپنا کام اچھا کر سکتے ہیں۔ ہر کاری و ہر مردے۔ اس کے سوا اس جملہ کا اور کوئی مطلب

نہیں ہے کیونکہ یہ تسلیم کیا جا چکا ہے کہ تہذیب اخلاق کے اصول تعلیم کرنے اور اصلاح سیاست منزل و سیاست مدن کے آئین سکھانے کیلئے منجانب اللہ نبی مبعوث ہوتا ہے۔ وہ ارتھمیٹک اور جامیٹری اور سائینس وغیرہ کا معلم اور صنعت و حرفت کے تمام شعبوں کا ماسٹر نہیں ہوتا۔ ہاں یہ بتا دیتا ہے کہ کونسا پیشہ مضر اور کون مفید ہے۔ مضر کو ترک اور مفید کو اختیار کرنا چاہئے اور ہر پیشہ ور کو اپنے حد استحقاق کے اندر کام کرنا لازم ہے اور تعاون و تعامل کے نظام کو یکساں عدالت کے ساتھ قائم رکھنا فرض ہے تاکہ با امن و امان ہر انسان اُس شخصی اور نوعی مفاد سے متمتع ہو سکے جو اُسکی غایت تخلیق ہے یہ سمجھنے کے بعد بآسانی سمجھ میں آجائیگا کہ اصلاح امور معاش و معاد اور فلاح دنیا و آخرت کے متعلق جو ہدایتیں نبی کرے وہ ہر عنوان سے اکمل و اتم ہونگی اور اُنکے خلاف افراد اُمت کے تدابیر کو نبی کی تدبیروں سے برتر خیال کرنا سخت مضر غلطی ہوگا۔

اس عصر جدید میں مغربی تعلیم سے متأثر ہو کر جب سے ہندوستان میں نیچری اصحاب نے دہریت کی داغ بیل ڈالی ہے یہاں بھی اپنے رفقائے کار ملاؤں کو انّما علم بامر دنیاکم کی وہی نامعقول شرح تعلیم کرنے پر مامور کیا ہے جسے بڑ بوالہوسوں نے قبل ازیں مقرر کیا تھا۔ سچ ہے دنیا کی دلفریبی عجب بلائی بیدرماں ہے خدا ہی اس سے محفوظ رکھے۔ ان النفس لامارۃ بالسوء الا ما رحم ربی۔

حکمرانوں کا استبداد وہ زہر ہوتا ہے کہ ملک کے ہر رگ و ریشہ میں سرایت کر جاتا ہے الناس علی دین ملوکھم۔ طبقات رعایا میں سے باختلاف مدارج ہر طبقہ اثر استبداد سے متاثر ہوجاتا ہے۔ ازانجملہ طبقہ علماء کا استبداد غضب کا بلائے بیدرمان ہوتا ہے۔ مستبد سلطان کی افواج قاہرہ مخلوق خدا پر وہ ظلم نہیں کرتیں جو گرب مسکین مستبد عالم بندگان خدا پر ستم کرتا ہے۔ قرین قیاس ہے کہ مستبد عالم کا دور حکومت ختم ہوجانے کے بعد ظلم کا سلسلہ منقطع ہوجانا چاہیے لیکن مستبد عالم کے ظلم کا سلسلہ اُسکے مرنے کے بعد بھی منقطع نہیں ہوتا اسلئے کہ عالم و مقتدا بنکر جو اُسنے حق پوشی دباطل فروشی کی ہے اُسکے اثر سے قرنہا قرن تک دنیا میں فساد برپا رہتا ہے اور بغیر کسی ایسے شخص کی کوشش کے جو موید من اللہ ہو یہ فتنہ فرد نہیں ہوتا۔

علامہ ابن عبدالبر اپنی کتاب جامع بیان العلم وفضلہ میں نقل کرتے ہیں۔ قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم صنفان اذا صلحا صلحت الامة واذا فسدا فسدت الامة السلطان و العلماء۔ یعنی بادشاہوں اور عالموں کے سنورنے اور بگڑنے پر اُمت کے سنورنے اور بگڑنے کا دار و مدار ہے وہ اچھے ہوتے ہیں تو رعایا و تابعین بھی اچھے ہوجاتے ہیں وہ برے ہوئے تو اُنکی برائی اِنکو بھی برا بنا دیتی ہے۔

کنزالعمال بھی مثل جامع الاصول جزرمی کے ہے جو احادیث صحاح ستہ

وغیرہ کا بہترین مجموعہ ہے اس جگہ میں چند واقعات توضیح مقصد کیلئے کتاب موصوف سے نقل کرتا ہوں۔

(۱) عیینہ بن حصین اور اقرع بن حابس کو ایک رقبہ آراضی اپنے عہدِ خلافت میں حضرت ابوبکر نے عطا فرمایا اور فرمان لکھدیا جب گواہی ثبت کرنے کیلئے وہ فرمان حضرت عمر کے سامنے پیش کیا گیا تو آپنے اُسپر تھوک کر تحریر کو مٹا ڈالا اور فرمایا جاؤ بھاگ جاؤ رسول اللہ کے عہد میں اسلام ذلیل تھا جب تم لوگوں کے تالیف قلوب کی ضرورت تھی اب اسلام کی عزت کا دور ہے کچھ ضرورت نہیں ہے۔ اور حضرت ابوبکر سے ملکر فرمایا یہ کچھ تنہا آپ کا مال نہ تھا جو یوں دیدیا بلکہ عامہ اہل اسلام کا مال ہے آپنے بغیر اُن کے مشورہ کے کیوں بخشدیا۔ حضرت ابوبکر نے فرمایا اُس وقت جو لوگ میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے اُن سے صلاح لیلی تھی حضرت عمر نے کہا خوب آپکے چند ہمنشینوں کا مشورہ کل مسلمانوں کا مشورہ ہوگیا۔ تاریخ کبیر ابن جریر میں اس واقعہ کا یوں ذکر ہے کہ زبرقان اور اقرع نے یہ شرط کرکے کہ وہ دونوں اپنی قوم میں سے کسی کو برگشتہ نہ ہونے دینگے خراج صوبہ بحرین پانے کیلئے فرمان لکھا لیا تھا اُسکو حضرت عمر نے پھاڑ ڈالا۔

(۲) عروہ بن زبیر سے امیر معاویہ نے کہا کہ زبیر کو ابوبکر نے ایک قطعہ زمین دیا اور میں وہ فرمان لکھ رہا تھا اتنے میں معلوم ہوا کہ عمر آرہے ہیں۔ حضرت ابوبکر نے چپکے سے وہ کاغذ مجھسے لیکر اپنے بستر کے اندر رکھ لیا عمر آئے اور

عنوان جلسہ دیکھکر کہنے لگے شاید آپ لوگ کسی کام میں ہیں۔ ابو بکر نے فرمایا ہاں
چنانچہ عمر چلے گئے اُن کے جانے کے بعد وہ کاغذ ابو بکر نے نکالا اور مجھسے پورا کرایا
اِن دونوں روایتوں کا مناقضہ قابل نظر ہے یا تو عامہ اہل اسلام کے
مشورہ کی ضرورت تھی یا حضرت ابو بکر نے خاص الخاص فرد سے بھی چھپاکر
جاگیر دیدی۔ کتب احادیث و سیر کے تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے ہی بہت سے
مناقضات اقوال وافعال میں ہیں ازانجملہ یہ ایک عجیب وغریب مناقضہ ہے
کہ بروز سقیفہ بمقابلہ قبائل اوس وخزرج وغیرہ حضرت ابو بکر و عمر نے خلافت
حاصل کرنے میں یہ دلیل پیش کی تھی کہ رسول اللہ نے فرمایا ہے الائمۃ من قریش
قبیلہ قریش میں سے خلیفہ ہوں۔ مگر حضرت عمر نے اپنے آخر عہد زندگی میں یہ فرمایا کہ
"ابو عبیدہ بن الجراح یا سالم جو ابو حذیفہ کے آزاد شدہ غلام تھے اگر
زندہ ہوتے تو ان دونوں میں سے ایک کو اپنا جانشین مقرر کرتا۔" ابو عبیدہ تو خیر
قبیلہ قریش میں سے تھے مگر سالم تو قریش میں سے نہ تھے پھر انکو رسول اللہ کے ارشاد الائمۃ من قریش کے
خلاف کیوں خلیفہ بنانا منظور چاہتے تھے یہ سمجھنے کی بات تھی کہ ابو عبیدہ اور سالم
کی کیا خصوصیت تھی کہ عثمان و علی پر بھی اُنکو ترجیح دی گئی اگرچہ اسکی اور ہی
کچھ علت بیان کی جائے مگر اصل راز یہ تھا کہ سقیفہ میں بشیر بن سعد انصاری اور
اسید بن حضیر نے انصاری جماعت انصار میں تفرقہ ڈالکر اُنکی قوت کو توڑا تھا
اور ابو عبیدہ اور سالم نے وہیں بلا تامل حضرت ابو بکر کے ہاتھ پر بیعت کرکے

کام کو آگے بڑھایا تھا۔ چنانچہ علامہ ابن ابی الحدید نے روایت کی ہے۔ کہ سقیفہ میں سب سے پہلے حضرت عمر نے حضرت ابوبکر سے بیعت کی پھر بشیر بن سعد نے پھر اُسید بن حضیر نے پھر ابوعبیدہ نے پھر سالم نے۔ اسی رفاقت کا صلہ حضرت عمر دینا چاہتے تھے۔ (شرح نہج البلاغہ جزء سادس صفحہ، مطبوعہ مصر)

(۳) بلال بن حارث کو رسول اللہ نے ایک قطعہ اراضی دیدیا تھا۔ حضرت عمر نے اپنے عہد خلافت میں بلال کو طلب کر کے کہا کہ جتنے رقبہ کا تردد کر سکو کر کے باقی چھوڑ دو کہ ہم مسلمانوں کو تقسیم کر دیں بلال نے کہا کہ وہ زمین رسول اللہ صلعم کا عطیہ ہے میں نہ چھوڑ ونگا مگر حضرت نے نہ مانا اور زمین چھوڑا لی۔

حضرت عمر کا یہ انتظام کوتاہ نظروں کو بہت اچھا معلوم ہوگا کہ زمین پڑتی نہ رہی تردد ہو گیا۔ لیکن اسی کے ساتھ رسول اللہ کا حکم تبادل و تسویل منسوخ کرنے اور اُن کا عطیہ ضبط کرنے کی جسارت کا دروازہ جو ہوس پرست عالموں اور حکمرانوں کیلئے کھل گیا اُس خرابی کا اندازہ کرنا مشکل ہے اس فساد کو رفع کرنیکے مقابلہ میں ایک قطعہ آراضی کا غیر مزروعہ پڑا رہنا کچھ بھی اثر نہیں رکھتا تھا اگر شارع علیہ السلام کے واجب الاتباع احکام کی عزت ملحوظ نظر ہوتی تو بہت آسان ہوتا کہ بلال کو تقادمی اور مدد دیکر تردد کرا دیا جاتا کہ اس میعاد کے اندر تردد ہو جائے ورنہ غیر تردد رقبہ ضبط کر لیا جائیگا۔ یوں چھین لینا ظاہر ہے کہ استبدادی کارروائی تھی۔ اسجگہ اگر کوئی کہے

مسکین بلال کے معاملہ میں یوں رسول اللہ کا حکم منسوخ ہوا اور سارا ملک شام اولاد ابوسفیان کو نذر کردیا گیا جہاں اُنھوں نے ملک عضوض یعنی حکومت مستبدہ کے ارکان کو خوب مستحکم کیا اسجگہ مسلمانوں کے حقوق تلف ہونے اور پامال ہونے کا خیال نہ آیا تو کیا جواب ہوسکتا ہے۔

افسوس ہے کہ اسی استخفاف منصب نبوت نے یہاں تک نوبت پہونچائی کہ خلیفہ وقت کو رسول حق سے افضل و اکرم کہدیا گیا۔ علامہ ابوحنیفہ دینوری نے یہ حیرت انگیز واقعہ الاخبار الطوال میں نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن صیفی نے خلیفہ ہشام کو سمجھایا کہ خدا کے نزدیک آپ رسول اللہ سے زیادہ لائق اکرام ہیں کیونکہ پیغامبر سے نائب کا مرتبہ برتر ہوتا ہے آپ خلیفہ یعنی نائب خدا ہیں اور وہ رسول یعنی پیامبر ہیں مفتی مکہ علامہ دحلان خلاصۃ الکلام میں لکھتے ہیں کہ نجدی اپنے محاورہ میں ایلچی کو طارش کہتے ہیں ابن عبدالوہاب نجدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کبھی کبھی اپنی تقریروں میں لفظ طارش سے بھی تعبیر کیا کرتا تھا۔ صحیح بخاری اور اُسکی شرح عمدۃ القاری و فتح الباری دملل ونحل شہرستانی وغیرہ میں مذکور ہے کہ جب حضرت ابوبکر مسند خلافت پر بیٹھے تو بعض قبائل عرب دین اسلام سے پھر گئے اور بعض قبائل بدستور دین اسلام پر قائم رہے۔ مگر خلیفہ وقت کو زکاۃ دینے سے انکار کردیا۔ حضرت ابوبکر نے ان سب کو یکساں مرتد

قرار دیکر سب پر جہاد کا حکم دیدیا۔ حضرت عمر نے روکا کہ مانعین زکاۃ کو مرتد ٹھہراکر اُنپر جہاد کا حکم دینا۔ رسول اللہ کے حکم کے خلاف ہے کیونکہ آنحضرت نے فرمایا ہے کہ میں اُسوقت تک لوگوں سے جہاد پر مامور ہوں جب تک وہ کلمہ نہ پڑہیں اور سب کلمہ گو مسلمان ہیں۔ مگر حضرت ابوبکر نے نہ مانا اور مرتدوں کے ساتھ مانعین زکاۃ کو بھی خوب لوٹا مارا اور لونڈی غلام بنایا۔ حضرت عمر بدستور اس فعل کے خلاف رہے اور جب خود خلیفہ ہوئے سب بندیوں کو چھوڑ دیا اور جہاں تک دسترس ہوا جو لوٹ میں اُن کا مال و متاع آیا تھا وہ بھی واپس کردیا۔

یہ مناقضہ عبرت انگیز ہے کہ ایک جگہ تو حدیث نبوی کی یہ تحقیر کی گئی اور دوسری جگہ یہ تعظیم میں غلو کیا گیا کہ اُسکو قرآن پر ترجیح دیدی۔ کنز العمال وغیرہ میں روایت ہے کہ بحث فدک میں حضرت ابوبکر نے کہا کہ آنحضرت نے فرمایا ہے کہ لا نورث ماترکناہ صدقۃ۔ حضرت علی نے حضرت ابوبکر کے اس کہنے کو باور نہیں کیا کہ انبیاء علیہم السلام کا کوئی وارث نہیں ہوتا اور جو وہ چھوڑ جاتے ہیں صدقہ ہوتا ہے چنانچہ حضرت ابوبکر سے فرمایا کہ یہ کہتے ہو اور قرآن یہ کہہ رہا ہے کہ ورث سلیمان داؤد وقال زکریا یرثنی ویرث من آل یعقوب سلیمان داود کے وارث ہوئے اور زکریا نے خدا سے دعا مانگی کہ مجھے فرزند عطا کر جو میرا وارث ہو مگر

حضرت ابوبکرنے نہ مانا اور فدک کو نہ چھوڑا اسی قبیل سے کنز العمال میں یہ بھی روایت ہے کہ ایک روز حضرت عمر نے برسر منبر حکم دیا کہ کوئی عورت چارسو درہم سے زیادہ مہر نہ پائے فوراً ایک قرشیہ عورت نے ٹوکا کہ یہ حکم آپ کا خدا کے حکم کے خلاف ہے کیا آپ نے نہیں سنا کہ قرآن میں ہے واذا اتیتم احدٰھن قنطارا فلا تاخذوا منہ شیئاً حضرت عمر نے فرمایا ہاں ہاں سنا ہے اچھا جس کا جتنا جی چاہے مہر دے۔ میرے نزدیک قرشیہ بی بی خوش قسمت تھی کہ حضرت عمر مان گئے ورنہ آپ کی طبیعت تو اس قسم کی واقع ہوئی تھی کہ باوجود کتاب وسنت سے ثابت ہونے کے آپ کو مسئلہ تیمم کو ماننے میں پیش وپس تھا۔ صحیح بخاری وصحیح مسلم وسنن ابی داؤد کے ابواب تیمم میں چند روایتیں ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عمر کو مسئلہ تیمم معلوم نہ تھا حضرت عمار نے بتایا کہ یوں طریقہ تیمم رسول اللہ نے مجھکو تعلیم فرمایا ہے لیکن یہ بات کچھ حضرت عمر کے دلکو نہ لگی۔ ابوموسیٰ اور ابن مسعود کی صحبت میں ایک روز تیمم کا ذکر ہوا ابوموسیٰ نے قرآن کی یہ آیت پڑھی فلم تجدوا ماء فتیمموا صعیدا طیبا۔ پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی پر تیمم کرلو۔ ابن مسعود نے اس کا تو کچھ جواب نہ دیا یہ کہا کہ عمر کو عمار کی روایت سے تسکین نہیں ہوئی اور وہ اور میں یہی کہتے ہیں کہ غسل ووضو کو پانی نہ میسر ہو تو نماز نہ پڑھے اور یہ بھی ظاہر کیا کہ اگر تیمم کی اجازت دیجائے تو لوگ ٹھنڈے پانی کے

خوف سے بھی تیمم کرنے لگیں گے۔

بیان ہوا ہے کہ حضرت عثمان مسئلہ متعۃ الحج میں خلاف حکم رسول اللہؐ کے حضرت عمر کی تقلید فرماتے تھے اور چاہتے تھے کہ علی بھی میرا ساتھ دیں مگر بھلا وہ کہاں یہ گوارا کرنے والے تھے صاف کہدیا "ماکنت لادع سنۃ النبی صلے اللہ علیہ وسلم بقول احد" یعنی وہ نہیں کہ رسول اللہؐ کے طریقہ کو کسی کے کہنے سے چھوڑ دوں (صحیح بخاری) یہ منظر یک بام و دو ہوا بھی قابل دید ہے کہ یہاں تو حضرت عمر کی تقلید کو رسول اللہؐ کے اتباع پر فوق دیدیا اور پھر اقتدار شیخین یعنی پیروی ابوبکر و عمر سے اسدرجہ انحراف کیا کہ اصحاب رسول اللہؐ نے عبدالرحمٰن بن عوف سے شکایت کی کہ خوب آپنے اتباع کتاب و سنت و سیرۃ شیخین کا عہد لیکر عثمان کو خلیفہ بنایا تھا انھوں نے تو وہ عہد توڑ ڈالا۔ عبدالرحمٰن نے حضرت عثمان سے ملکر غصہ سے کہا کہ تمکو تو میں نے اس شرط و پیمان پر خلیفہ بنایا تھا کہ ابوبکر و عمر کے طریقہ پر چلوگے حضرت عثمان نے بھی ترشی سے جواب دیا کہ ابوبکر و عمر اپنے عزیزوں کو محروم رکھیں تو رکھا کریں میں کیوں محروم رکھوں عبدالرحمٰن یہ سنکر برہم ہوئے اور قسم کھالی کہ آپ تم سے ابداً بات نکروں گا۔ چنانچہ مذکور ہے کہ مرض الموت میں جب حضرت عثمان عبدالرحمٰن کی عیادت کو تشریف لیگئے تو عبدالرحمٰن نے اُنکی طرف نہ دیکھا اور دیوار کیطرف مُنھ پھیر لیا۔ (عقد الفرید علامہ ابن عبدربہ)

تواریخ معتبرہ سے انتخاب کرکے علامہ سیوطی نے تاریخ الخلفا میں لکھا ہے
کہ ابوذر و ابن مسعود و عمار پر جو تعدی حضرت عثمان نے کی اُس ایذا رسانی
کیوجہ سے قبائل بنی ہذیل و بنی زہرہ و بنی غفار اور اُن کے حلیف اور بنی
مخزوم سب حضرت عثمان سے بگڑ گئے تھے۔

طبقات ابن سعد میں ہے کہ اُسی وقت میں جب مخالفین نے حضرت
عثمان کو محصور کر رکھا تھا حضرت عائشہ نے مدینہ چھوڑ کر مکہ کیطرف جانے
کا قصد کیا اسپر مروان نے بتعریض کہا خوب آگ لگا کے چلیں یہ سنکر حضرت
عائشہ نے فرمایا ارے میں تو یہ چاہتی ہوں کہ تیرے اور تیرے صاحب
عثمان کے پاؤں میں چکی کے پاٹ باندھ کر دونوں کو کوئی سمندر میں پھینکدے

اسی طبقات میں ہے کہ حضرت مقداد کی وفات کے بعد حضرت عثمان
اُنکی تعریف کرنے لگے زبیر بن العوام نے اسپر ایک شعر پڑھا جس کا مضمون یہ
تھا کہ زندگی میں تو خبر نہ لی ٹکڑا نہ دیا مرنے پر رونے بیٹھے۔

ابن عبد ربہ اندلسی نے عقد فرید میں لکھا ہے کہ سعد بن ابی وقاص سے
کسی نے پوچھا کہ عثمان کو کس نے قتل کیا سعد نے کہا اُس تلوار نے جسکو عائشہ
نے کھینچا اور طلحہ نے تیز کیا اور زبیر نے زہر میں بجھایا۔

حضرت ابوبکر صدیق کے فرزند محمد اپنے مرتے دم تک یہی کہتے
رہے کہ عثمان نے قرآن پر عمل کرنا چھوڑ دیا تھا اور خدا کا حکم ہے کہ ومن لم

یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الفاسقون اسلئے ہم نے عثمان کو قتل کر ڈالا۔

حضرت عثمان نے سنہ۲۶ ہجری میں عمرو بن العاص کو حکومت مصر سے معزول کیا تھا اُسوقت سے وہ جب موقع و محل پاتے حضرت عثمان پر طعن و تشنیع کرتے رہتے تھے اور مدینہ چھوڑ کے فلسطین میں جا بیٹھے اور قتل عثمان کے منتظر رہے اور جب اُن کے قتل کی خبر پہونچی تو بفخر کہا میں ابو عبداللہ ہوں جو ٹھان لیتا ہوں بغیر کر گذرے نہیں رہتا۔ پھر یہ رنگ اختیار کیا کہ فلسطین سے یہ مین کرتے ہوئے واعثماناہ انعی الحیاء والدین۔ دمشق پہونچے امیر معاویہ کے ساتھ ہو کر علی سے لڑے مصر کو فتح کیا اور لیا عجب تماشا تھا آپ ہی شورشیں برپا کرائیں قتل کرائیں۔ آپ ہی مقتول پر روئیں اور پھر دوسروں پر قتل کا الزام لگا کے انتقام لینے کے بہانے ہزارہا بیگناہوں کا خون بہائیں

قریش سمجھے کہ ساری دنیا بھر میں ایک ہلڑ اور ہر بونگ مچا رکھا تھا۔ اچھا مان لیجئے کہ معاویہ و عمرو یا طلحہ و زبیر نے تو خلافت و حکومت کی طمع سے خلیفہ برحق سے بغاوت کی۔ بھلا ام المؤمنین کیا چاہتی تھیں کہ ہودج پر لوہے کے بتر چڑھوا اور اُنٹ پر چڑھ فوج لے کر مدینہ سے بصرہ میں آ پہونچیں اور امیر المومنین کے لشکر پر حملہ کر دیا جناب عائشہ کے لشکر میں طلحہ و زبیر ایسے نامور بہادر بھی شامل تھے اس موقع پر قبیلہ بنی سعد کے ایک جوان نے طلحہ و زبیر کو غضب کا طعنہ دیا

صنتم حلائلکم وقدتم امکم هذا لعمرک قلۃ الانصاف

اپنی جوروؤں کو پردوں میں بٹھا آئے اور اپنی ماں کو آگے آگے لئے

پھرتے ہو۔ تمہاری جان کی قسم یہ بڑی ناانصافی کی بات ہے۔

ایسے ہی قبل ازیں جب خون کے انتقام لینے کا قصد اوّل اوّل حضرت عائشہ

نے ظاہر کیا تو اُم کلاب نے اُن سے کہا کہ

منک البداء ومنک الغیر ومنک الریاح ومنک المطر

یعنی کل تو تم اسی عثمان کی نسبت یہ کہتی پھرتی تھیں کہ اقتلوا نعثلا

فقد کفر اور آج اُسی کے خون کا انتقام لینے چلی ہو سچ ہے بی بی عجب

اندھی بانی ہو۔

غضب ہے کہ گندم نما وجو فروش گروہ نے شروع ہی سے مسلمانوں

کو یہ سکھانا شروع کردیا کہ چپ رہو۔ زبان بند رکھو اور دم نہ مارو بلکہ جہاں

تک ممکن ہو بہ تسویل و تاویل ان واقعات فتنہ و فساد کو دلفریب قالبوں

میں ڈھالکر دنیا کے سامنے پیش کردو اور بدبختی سے یہ نہ سمجھے کہ اس ناعاقبت

اندیشی کا انجام برا ہے چنانچہ آج مسلمانوں کو یہ روز بد دیکھنا پڑا کہ اقطار

عالم میں جہاں کہیں بھی وہ ہیں خائف و ترسان۔ خوار و پریشاں ہیں۔ اگر

شروع سے اچھے کو اچھا برے کو برا کہتے اور سمجھتے تو کیوں خرابیوں کا سلسلہ

منقطع نہ ہو جاتا اور کیوں بدوں کے بعد نیک پیدا ہوتے۔ خدا مغفرت کرے

جناب اکبر الہ آبادی نے ایک روز اپنا فلسفیانہ کلام سناتے سناتے یہ رباعی بھی سنائی جو اب تک مجھے یاد ہے۔

بد کو بھی برا نہ کہئے ترغیب ہی یہ ۔ کس سے یہ کہوں کہ دل کی تخریب ہے یہ
شیطان کو رجیم کہدیا تھا اک دن ۔ اک شور مچا خلاف تہذیب ہے یہ

اس کتاب میں لفظ استبداد چند بار استعمال ہوا ہے گو شروع ہی میں اقسام حکومت کے ذکر میں اس لفظ کا مفہوم مجملاً بتا دیا گیا ہے مگر آخر میں بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کسی قدر واضح کر دیا جائے

کسی حکم محکم اور قانون مسلم سے سرتابی کر کے اپنے ہوائے نفس پر عمل کرنے کو استبداد کہتے ہیں۔ مثلاً خدا نے ابلیس کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کر - ابلیس نے نہ مانا اور حکم کو بیجا قرار دیا اور خدا کو بتایا کہ مجکو آگ سے اور آدم کو خاک سے پیدا کیا ہے۔ یعنی آگ خاک سے برتر ہے فرق مراتب کو ملحوظ رکھنے کے بعد حکم دینا لازم تھا۔ اس واقعہ سے بھی ظاہر ہوا کہ استبداد افراط جہالت کا نتیجہ ہوتا ہے۔ ابلیس اتنا بھی نہ جانتا تھا کہ ہر چیز کا بنانیوالا اُس چیز کی ماہیت وحقیقت سے بہ نسبت غیر کے بہتر واقف ہوتا ہے۔ خدا نے آگ و خاک کو پیدا کیا ہے اور وہی اُنکی حقیقتوں کا بہتر جاننے والا ہے اسلئے جو حکم دیا ہے وہ عین صواب ہے۔

نیچریوں کے خیال کے موافق اگر ابلیس کوئی وجود خارجی نہیں رکھتا

بلکہ شیطان سے انسان کی وہ قوت مراد ہے جسکی تحریک سے نابکار افعال سرزد ہوتے ہیں اور آدم کو سجدہ نکرنے سے یہ اشارہ ہے کہ اُس قوت نے عقل کے زیر دست بننے سے سرکشی کی تو بھی وہی بات رہی کہ یہ سرتابی یعنی استبداد منبع شرور و فساد ٹھہرا۔

کہا گیا ہے کہ جب لفظ استبداد علی الاطلاق استعمال ہو تو اُس سے مذہبی یا قومی فرمانروا کا استبداد مراد ہوتا ہے۔ اس جگہ استبداد کے مرادف الفاظ استعباد اور تغلب بھی اکثر استعمال ہوتے ہیں اور مستبد حاکم کو الفاظ جابر و متغلب سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے اور اُسکی رعایا کو مستضعفین یعنی بے زور و زر بے بال و پر اور اسیر و غلام کہتے ہیں۔

یہی نہیں کہ شروع ہی سے استبداد کا سلسلہ قائم ہو بلکہ یہ بھی ہوتا ہے کہ کوئی ایسا حاکم جو کسی شرعی یا قومی قانون کا پابند تصور کیا جاتا ہو اگر کسی وقت میں اپنی نفسانی خواہشوں کے موافق قوت و قدرت پاکر اس قید کو توڑ دے تو وہ بھی مستبد حاکم قرار پائیگا۔

ارباب سیاست اس امر پر متفق ہیں کہ جانداروں میں سب سے زیادہ بدبخت وہ لوگ ہیں جو کسی مستبد حاکم کے زیر فرمان ہیں۔ حکما کا قول ہے کہ مستبد حق اور آزادی کا دشمن قاتل ہے۔ حق بنی آدم کے حق میں بمنزلہ باپ کے اور آزادی بمنزلہ ماں کے ہیں اور عوام مثل اُن نادان یتیم بچوں کے

ہیں جو سو رہے ہوں اور نیک خصال دانشمند اُن یتیموں کے لئے مثل جوان بھائیوں کے ہیں کہ وہ باقتضائے شفقت برادرانہ اُن یتیموں کو جگاتے ہیں اور مفید کاموں پر لگاتے ہیں۔

مستبد حاکم کی ایک پہچان یہ بھی ہے کہ وہ خود چونکہ اس بات کو جانتا ہے کہ وہ غاصب اور تعدی کرنیوالا ہے اسلئے اپنی ایڑیاں کروروں انسانوں کے منہ پر رکھتا ہے کہ بند رہیں اور کوئی کلمہ حق زبان پر نہ لا سکے اور نہ حق کا مطالبہ ہو سکے۔ (منقول از رسالہ طبائع الاستبداد مطبوعہ ایران ملخصاً)

فاضل مورخ رفیق بک فرماتے ہیں کہ حکومت اسلامیہ اپنے ابتدائی ظہور میں کچھ حکومت شوریہ سے ملتی تھی لیکن اُس وقت میں بھی استبداد کے رنگ سے خالی نہ تھی بعدازین اسی سلسلہ کلام میں فرماتے ہیں کہ منافقوں میں ایسے بھی لوگ تھے جو مسلمانوں میں تشویش اور تفرقہ ڈالنے کا منصوبہ باندھکر بظاہر مسلمان بنے تھے مگر رسول اللہ چونکہ اُن کے احوال سے باخبر رہے اور ہیبت اسلام اُن کے دلوں پر طاری رہی آنحضرتؐ کے زمانہ حیات میں اِن منافقوں کو فتنہ انگیزی کی جرأت نہ ہوئی لیکن آنحضرت کی وفات کے بعد بنام نہاد سیاست اِن لوگوں نے فساد برپا کیا حتیٰ کہ اُمور خلافت میں بھی جھگڑے پڑے۔ یہ دیکھکر عجم کے زخم خوردہ لوگوں نے بھی وقت فرصت غنیمت سمجھا اور وہی عنوان مسلمانوں کے تباہ و برباد کرنے کا اختیار

کیا جو اول اول عرب کے منافقوں نے اختیار کیا تھا مورخ موصوف نے صرف
ایک عبداللہ بن سبا کا نام منافقین عجم میں سے ظاہر کیا ہے مگر عرب کے
منافقوں میں سے ایک کا بھی نام نہیں بتایا حالانکہ مسلمانوں کے حق میں
اُن کے نام گنوانا زیادہ مفید تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

عن ام سلمۃ ان رسول اللہ صلے	فرمایا عنقریب کچھ امیر ہونگے جنکو تم میں
اللہ علیہ وسلم قال ستکون	سے کچھ لوگ پہچان لیں گے اور کچھ نہ
اُمراء فتعرفون وتنکرون	پہچانیں گے جسنے پہچان لیا بری الذمہ
فمن عرف برئ ومن انکر اسلم	ہو گیا اور جس نے نہ پہچانا سلامت رہا
لکن من رضی وتابع قالوا افلا	لیکن جسنے اُن امیروں کو پسند کیا اور
نقاتلہم قال لا ما صلوا	اُنکا تابع ہوا وہ گیا گذرا۔ لوگوں نے
(صحیح مسلم)	کہا کہ ہم اُن سرکش حاکموں سے کیوں

نہ لڑیں۔ آنحضرت نے فرمایا نہیں جبتک وہ نماز پڑھتے رہیں اُن سے نہ لڑو۔

عن علاء بن المسیب عن ابیہ	مسیب کہتے ہیں کہ میں براء بن عازب
قال لقیت البراء بن عازب	سے ملا تو کہا کہ زہی نصیب تمہارا
رضی اللہ عنہما فقلت طوبےٰ	کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت
لک صحبت النبی صلے اللہ	میں رہے اور بیعت تحت الشجرہ کا
علیہ وسلم وبایعتہ تحت الشجرۃ	شرف حاصل کیا۔ براء نے کہا (ا ا)

فقال یا اخی لاتدری ما احدثوا بعدہ (صحیح بخاری)
بھائی تم نہیں جانتے کہ رسول اللہ کے بعد کیا کیا احداث وایجاد ہوئے

افسوس یہی احداث وایجاد واستبداد تھے جنھوں نے تاریخ اسلام کو خون سے رنگ دیا اور اہلِ اسلام کو نکبت کی انتہائی حد تک پہونچا دیا رب العالمین رحم فرمائے اور اس بلا سے مسلمانوں کو چھڑائے۔

شرح این غمہا وایں سوز جگر
این زماں بگذار تا وقت دگر

غضنفر علی زیدی
ملک سادات۔ ضلع بجنور
۱۲ رجب ۱۳۴۲ھ



امامیہ مشن کی ممبری قبول فرما کر

ناصرین اہلبیت علیہم السلام کی فہرست میں اپنا نام نامی درج کرا لیجئے

چندہ لائف ممبری کم از کم ۵۰ یکمشت

چندہ ممبران خصوصی " ۵ سالانہ

چندہ ممبران عمومی " ۲ "

نوٹ

لایف ممبران کی خدمت میں تمام سابقہ اور آئندہ رسائل بلا طلب بلا قیمت ارسال کئے جاتے ہیں۔

ممبران خصوصی کی خدمت میں ممبری قبول فرمانیکے بعد تمام رسائل بلا طلب و بلا قیمت ارسال ہوتے ہیں اور اگر سابقہ رسائل خرید فرمانا چاہیں تو صرف نصف قیمت چارج کیجاتی ہے

ممبران عمومی کو ممبر بننے کے بعد (بشرطیکہ وہ طلب کریں) تمام رسائل نصف قیمت پر دیے جاتے ہیں اور اگر سابقہ رسائل خریدنا چاہیں تو پوری قیمت لی جاتی ہے۔

فارم ممبری و دستور العمل وغیرہ طلب فرمانے پر فوراً ارسال خدمت ہونگے

الداعی الی الخیر

سید ابن حسین عفی عنہ

آنریری سکریٹری امامیہ مشن لکھنؤ

امامیہ مشن کے تبلیغی رسالے

نمبر شمار	نام کتب	قیمت	محصول
۱	قاتلانِ حسینؑ کا مذہب	۴ر	۱ر
۲	تحریف قرآن کی حقیقت	۶ر	۱ر
۳	مولود کعبہ	۱ر	ــ ر
۴	وجود حجت	۴ر	۱ر
۵	اصول دین اور قرآن	۴ر	۱ر
۶	اتحاد الفریقین حصہ اوّل	۴ر	۱ر
۷	حسینؑ اور اسلام اردو	۱ر	ــ ر
۸	" ہندی	۱ر	ــ ر
۹	" انگریزی	۲ر	ــ ر
۱۰	متعہ اور اسلام	۸ر	۱ر
۱۱	امامت ائمہ اثنا عشر اور قرآن	ر	ــ ر
۱۲	تجارت اور اسلام	۱ر	ــ ر
۱۳	اتحاد الفریقین حصہ دوم	۴ر	۱ر
۱۴	علیؑ اور کعبہ	۱ر	ــ ر
۱۵	رجال بخاری حصہ اوّل	۶ر	۱ر
۱۶	مذہب باب و بہا حصہ اوّل	۵ر	۱ر
۱۷	نوروز و غدیر	۱ر	ــ ر
۱۸	مجاہدہ کربلا	۲ر	ــ ر
۱۹	کربلا کا ماتم بلیدان	۲ر	ــ ر
۲۰	دی مارٹیڈم آف حسینؑ (انگریزی)	۲ر	ــ ر
۲۱	اسوۂ حسینی	ر	۱ر
۲۲	جنگ صفین	۳ر	ــ ر
۲۳	تذکرۂ حفاظِ شیعہ حصہ اول	۲ر	۱ر
۲۴	" دوم	۵ر	۱ر
۲۵	مقصود کعبہ	۱ر	ــ ر
۲۶	مذہب باب و بہا حصہ دوم	۸ر	۱ر
۲۷	مذہب اور سائنس	۱ر	ــ ر
۲۸	معرکہ کربلا	۲ر	ــ ر
۲۹	کربلا کا مہا یدھ ہندی	۳ر	ــ ر
۳۰	دی ٹریجڈی آف کربلا (انگریزی)	۲ر	ــ ر
۳۱	اسلام کی حکیمانہ زندگی	۸ر	۱ر
۳۲	دور استبداد	۴ر	۱ر
۳۳	حقیقت بہا	۲ر	ــ ر
۳۴	خطیب آل محمدؐ	زیر طبع	
۳۵	تدوین حدیث	۱ر	ــ ر
۳۶	مطلوب کعبہ	۱ر	ــ ر

ملنے کا پتہ

آنریری سکریٹری امامیہ مشن

"لکھنؤ"

(پرنٹر سید محمد مجتبیٰ پبلشر سید ابن حسینؑ)